قرآن کریم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۷۵ شمارہ: ۱۱

ذوالقعدۃ: ۱۴۳۳ھ - اکتوبر: ۲۰۱۲ء

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے، زر سالانہ: ۳۰۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول

مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

نائب مدیر

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

مجلس ادارت

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ (مدیر معاون)

مولانا عطاء الرحمن صاحب (ناظم تعلیمات)

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ:

ماہنامہ "بینات" پوسٹ بکس نمبر ۳۴۶۵، کراچی ۷۴۸۰۰

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فون دفتر بینات: ۳۴۹۲۷۲۳۳

فون جامعہ: ۳۴۹۱۳۵۷۰_۳۴۱۲۱۱۵۲_۳۴۱۲۳۳۶۶

ایکسٹینشن: ۱۴۶_۱۴۷

فیکس: ۹۲-۲۱-۴۹۱۹۵۳۱

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ،

ناروے ویسٹ انڈیز وغیرہ: ۳۵/امریکی ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان،

ایران، انڈیا وغیرہ: ۲۷/امریکی ڈالر

بنگلہ دیش: ۲۵/امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر مطبع: ایجوکیشنل پریس کراچی طابع: فیروز ذکی

www.banuri.edu.pk

فہرست مضامین

بصائر و عبر

قرآن کریم کی بے حرمتی کے واقعات ملتِ اسلامیہ اور پاکستانی عوام کے لئے لمحۂ فکریہ!	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات و مضامین

فری میسن اور مسجد کے لئے وقف شدہ زمین....	۱۲	حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ
تشکیل معاشرہ میں اسلامی قانون کا کردار!	۱۶	قاری عبدالرؤف مدنی، پشاور
دینی مدارس میں دنیوی تعلیم کا رواج.... نتائج!	۲۵	مفتی ابولبابہ شاہ منصور
اقوالِ زریں امام غزالی رحمہ اللہ (۳)	۳۷	مولانا قاری محمد عطاء الرحمٰن اعوان
تصویر کی حرمت، قرآن وسنت کی روشنی میں (۳)	۴۱	جناب سخی داد خوستی صاحب

یادِ رفتگاں

مفسر قرآن حضرت مولانا اسلم شیخوپوری شہیدؒ....	۴۹	مفتی عبداللہ حسن زئی، دفتر ختم نبوت

دار الافتاء

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی حدود اور اس کے متعلق احکام!	۵۵	مولانا رشید احمد سندھی

نقد و نظر

قرآن کریم کی بے حرمتی کے واقعات

ملتِ اسلامیہ اور پاکستانی عوام کے لئے لمحۂ فکریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

ہمارا ملک پاکستان بنا تو ضرور اسلام کے نام پر تھا، لیکن پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی ملحد، بے دین، بد دین، لا مذہب، دین دشمن قادیانی، مرزائی جیسے فتنہ پرداز اور یہود ونصاریٰ کے آلۂ کار اور ایجنٹ لوگ سب ہی اس ملک میں جمع ہوگئے اور انہوں نے یہاں پَر پُرزے نکالنے اور گندے انڈے دینا شروع کردیئے، خصوصاً بیوروکریسی، میڈیا اور پالیسی ساز اداروں میں اپنی تمام تر فتنہ سامانیوں سمیت انہوں نے اپنے لئے ایک گھات اور پناہ گاہ ڈھونڈ لی اور اب اینکرز، نام نہاد دانشور اور تجزیہ نگاروں کے روپ میں الیکٹرانک میڈیا پر بھی اپنا تسلط جما چکے ہیں، جہاں سے بیٹھ کر انہوں نے ہمیشہ اسلام، پیغمبرِ اسلام، شعائرِ اسلام، اسلامی تعلیمات، اور قرآن کریم جیسی ضروریاتِ دین اور اسلامی تہذیب واقدار کے خلاف شکوک وشبہات، طنز وطعن اور تمسخر واستہزاء کو اپنا وطیرہ اور ان کو بے وقعت، بے حیثیت اور بے وزن باور کرانے کے لئے اپنی مذموم کوششیں اور نازیبا سازشیں کیں، جس کی بنا پر جب بھی اس ملک میں حکمرانوں اور برسرِ اقتدار طبقے کو نفاذِ اسلام کا وعدہ یاد دلایا گیا، یہی طبقہ ان کا مشیر اور معاون بن کر اسلام کے نفاذ میں رکاوٹ اور سدِ راہ بنا۔

صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ جن حکمرانوں نے خدا خوفی یا عوام کے مطالبے پر کچھ حدود یا شرعی قوانین اس ملک کے آئین میں شامل کئے، یہ طبقہ ہمیشہ ان کی مخالفت کرتا رہا ہے اور ان کو آئین پاکستان سے نکلوانے کی مذموم کوششیں اور ناپاک سازشیں آج تک کر رہا ہے۔

ایک وقت تھا کہ نادیدہ قوتوں کی شہ پر کراچی، پشاور، لیاقت پور، ملتان اور ڈیرہ اسماعیل خان میں قرآن کریم کی بے حرمتی کے متعدد اور پے در پے واقعات پیش آنے لگے، جس کی بنا پر اُس وقت کی حکومت نے اسلامی حمیت اور دینی جذبات کا پاس رکھتے ہوئے قرآن کریم کی عزت وتوقیر اور اُس کی حفاظت کے لئے قانون بنایا کہ:

''کوئی بھی شخص جان بوجھ کر قرآن کریم یا اُس کے کسی حصے کی بے حرمتی کرے، نقصان پہنچائے یا توہین آمیز طریقے سے استعمال کرے، اُس کے لئے عمر قید کی سزا مقرر ہے''۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اقوامِ متحدہ کے ضابطے کے مطابق پاکستان کے اس قانون کا احترام کیا جاتا اور دنیا کا ہر ملک اپنی عوام اور اپنی ہم عقیدہ کمیونٹی کو جو پاکستان میں ہوں، ان کو بتاتا کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، اسلام اس کا سرکاری مذہب ہے اور قرآن وسنت اس کا سپریم لاء ہے، اس لئے اس ملک کے قوانین کا احترام کرنا لازم اور ضروری ہے۔ لیکن اس کے برعکس ہوا یہ کہ یہود ونصاریٰ اور ان کے آلہ کاروں اور ایجنٹوں نے حجاب اور لباس کا تمسخر، نماز اور مسجد کی تحقیر، پیغمبر اسلام کے خاکے اور فلمیں بناکر ان کی توہین، مقدس ناموں کی بے حرمتی اور قرآن سوزی کے مذموم اور گھناؤنے عمل کا ارتکاب کرکے اسلام کے ارکان اور شعائر کا مذاق اُڑایا، بلکہ اس سے بڑھ کر انہوں نے ہر اُس آدمی کی حوصلہ افزائی کی اور اُسے تھپکی دی، جس نے اسلام کے کسی شعار کا مذاق اُڑایا۔ سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین، افغانستان کا مرتد عبدالرحمٰن اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

چند ماہ پہلے آسیہ نامی عیسائی خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہراتؓ کی توہین کی، قانون کے مطابق عدالت سے اُس کو سزا ہوئی، اُس وقت کے گورنر پنجاب سلمان تاثیر بیرونی طاقتوں کے اشارے پر ان کی حمایت میں کھڑے ہوئے اور ممتاز قادری کی حمیتِ اسلام اور غیرتِ اسلام کے ہاتھوں آنجہانی ہوئے۔ اس کے بعد مغربی دنیا اور اسلام سے الرجک اشخاص وحضرات اور صحافی واینکرز کے ہاں ایک بھونچال آگیا، مفسدین اور ملحدین میں ایک عرصہ تک اس کا ڈر، خوف اور اثر رہا، لیکن استعمار ہمیشہ اس کوشش میں رہا کہ قانون توہینِ رسالت میں ترمیم کا عنوان دے کر اس قانون کو غیر نافذ العمل اور بے اثر کردیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ مغربی استعمار اور ''امریکہ بہادر'' قادیانیوں اور مرزائیوں کی وکالت کرتے ہوئے بظاہر بار بار ایک ہی رَٹ لگا رہا ہے کہ قانونِ توہینِ رسالت کے غلط استعمال کو روکا جائے، لیکن در پردہ اس قانون کو ختم کرنے کی دھمکی اور حکومت پر بلا جواز دباؤ ڈال رہا ہے۔

۱۷رمئی ۲۰۱۲ء پاکستان کے صدر جناب آصف علی زرداری صاحب سے ویٹی کن کا مذہبی

پیشوا ملاقات کرتا ہے تو جناب زرداری صاحب بھی اُسے یہ یقین دلانے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ حکومت اس بات کو یقینی بنارہی ہے کہ توہینِ رسالت قانون کو اقلیتوں اور معاشرے کے دیگر کمزور طبقات کے خلاف استعمال نہ کرنے دیا جائے۔

پاکستانی عوام اور محبِّ دین طبقہ صدرِ پاکستان سے یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ کیا پاکستان میں کوئی ایک ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے، جہاں یہ قانونِ توہینِ رسالت غلط استعمال ہوا ہو؟ قانونِ توہینِ رسالت کے ماہر اور سندھ ہائی کورٹ میں قانونِ توہینِ رسالت کے مقدمات کی سب سے زیادہ پیروی کرنے والے ایڈووکیٹ جناب منظور احمد میؤ کے بقول: سندھ ہائیکورٹ میں ۶۰ سے ۷۰ مقدمات ٹرائل ہوئے ہیں اور میری دانست میں کسی ایک مقدمہ میں بھی آج تک کوئی ملزم اس بات پر بری نہیں ہوا کہ یہ مقدمہ جھوٹا تھا یا ذاتی عناد پر کسی ملزم کو بے جا پھنسایا گیا۔

جب زمینی حقائق یہ ہیں تو پھر دنیا بھر میں یہ واویلا اور شور کیوں مچایا جارہا ہے کہ قانونِ توہینِ رسالت غلط استعمال ہورہا ہے اور یہ قانون اقلیتوں کے خلاف استعمال ہورہا ہے۔ حالانکہ ماہرینِ قانون کا کہنا یہ ہے کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ اے/۲۹۵ کے ساتھ جو امتیازی سلوک کیا گیا ہے، وہ کسی اور دفعہ کے ساتھ نہیں کیا گیا، کیونکہ ۱۹۶ ضابطہ فوجداری کے تحت دفعہ اے/۲۹۵ تعزیرات کی ایف، آئی، آر اس وقت تک نہیں کاٹی جاسکتی، جب تک کہ ڈپٹی کمشنر صاحب سے پیشگی اجازت نہ لے لی گئی ہو، جبکہ دنیا کے کسی قانون میں اس قسم کی کوئی پابندی نہیں تو اس کا یہی مطلب ہوا کہ اس قانون کے ساتھ پہلے ہی امتیازی سلوک برتا جارہا ہے۔

مزید یہ کہ ڈپٹی کمشنر کی اجازت کی پابندی کی بنا پر مدعی کو بعض اوقات نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے، اس لئے کہ ڈپٹی کمشنر ضلع میں صرف ایک ہوتا ہے اور اُس تک پہنچنے کے لئے کافی وقت صرف ہوجاتا ہے، مثلاً: ایک ملزم ہفتے کی شام توہینِ رسالت کا ارتکاب کرتا ہے، اگلے دن اتوار کی چھٹی ہے، پیر کو مدعی ستر، اسی کلومیٹر دور دراز کا سفر طے کرکے ڈپٹی کمشنر کے پاس اس وقت پہنچ پاتا ہے جب ڈی، سی صاحب کی چھٹی کا وقت ہوجاتا ہے، اور وہ آفس سے گھر جاچکا ہوتا ہے، اب معاملہ اگلے روز پر چلا جاتا ہے۔ وقوعہ کے تین روز گزرنے کے بعد ایف، آئی، آر درج ہوتی ہے تو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ایسے فیصلے موجود ہیں کہ ایف، آئی، آر تاخیر سے درج کرانے کی بنا پر مقدمہ جھوٹا تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس قانون کے ساتھ امتیازی سلوک ختم کیا جائے اور ڈپٹی کمشنر کی پیشگی اجازت کی شرط کو کالعدم قرار دیا جائے۔

بار بار یہ دُہرایا جاتا ہے کہ یہ قانون غلط استعمال ہوتا ہے۔ قانون کے ماہرین یہ کہتے ہیں کہ قانون کے غلط استعمال کی روک تھام کے لئے بھی آئین میں طریقہ کار موجود ہے اور وہ یہ کہ

بالفرض اگر کوئی مدعی غلط ایف، آئی، آر درج کراتا ہے تو اس کے لئے زیر دفعہ ۱۸۲ ضابطہ فوجداری قانون پہلے سے موجود ہے، اس کے تحت ایسے جھوٹے مدعی کے خلاف کارروائی ہوسکتی ہے۔

ہمارے حکمرانوں اور مقتدر طبقہ کے ان کمزور اور دباؤ کے تحت دیئے گئے بیانات کی بنا پر (کہ اس قانون توہین رسالت کے غلط استعمال کو روکا جائے گا اور اس قانون کے طریقۂ استعمال میں غور وخوض کیا جائے گا) مغربی آقاؤں کو شہ ملتی ہے، جس کی بنا پر وہ آئے دن اس قانون میں ترمیم یا ان قوانین میں اصلاحات کے عنوان سے پاکستانی حکمرانوں پر دباؤ بڑھاتے رہتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل خبر میں ہے:

''واشنگٹن/لندن (امت نیوز) اسلام آباد کے نواحی گاؤں میرا جعفر میں توہین قرآن کے الزام میں ایک عیسائی لڑکی رمشا کی گرفتاری کو جواز بنا کر توہین رسالت اور توہین قرآن سے متعلق قوانین کو تبدیل کرنے کے لئے مغرب ایک بار پھر سرگرم ہوگیا ہے۔ گرجا گھروں کی عالمی کونسل نے اس معاملہ پر آئندہ ماہ جنیوا میں کانفرنس بلانے کا اعلان کر دیا ہے، جبکہ امریکی محکمہ خارجہ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھی رمشا کی گرفتاری پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ غیر ملکی نشریاتی ادارے کے مطابق اسلام آباد میں توہین قرآن کے الزام میں لڑکی کی گرفتاری کے بعد گرجا گھروں کی عالمی کونسل (ڈبلیو سی سی) نے آئندہ ماہ جنیوا میں کانفرنس طلب کر لی ہے، جس میں ہندوؤں، بدھوں، عیسائیوں اور قادیانیوں سمیت مختلف گروپوں کو مدعو کیا جائے گا۔ خبر رساں ادارے کے مطابق کانفرنس کا مقصد ان لوگوں کو عالمی پلیٹ فارم مہیا کرنا ہے جو پاکستان کے توہین رسالت اور توہین قرآن کے قوانین سے متأثر ہوئے ہیں۔ اس سے قبل ایمنسٹی انٹرنیشنل نے گرفتار عیسائی لڑکی کے تحفظ کا مطالبہ کیا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل جنوبی ایشیا کے ڈائریکٹر پولیس ٹرسکوٹ نے کہا ہے کہ مسیحی لڑکی کا مقدمہ پاکستان میں قانون کی حکمرانی کی فرسودگی اور توہین رسالت کے ملزمان کو درپیش خطرات کو ظاہر کرتا ہے۔ ٹرسکوٹ نے صدر آصف علی زرداری کی جانب سے رمشا کی گرفتاری پر لئے گئے نوٹس کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ توہین رسالت کے قوانین میں اصلاحات کے لئے اس سے بڑی کوششوں کی ضرورت ہے۔ ادھر امریکی محکمہ خارجہ کی ترجمان وکٹوریا نولینڈ نے اس گرفتاری کو انتہائی پریشان کن قرار دیا، تاہم اس بارے میں صدر آصف زرداری کی طرف سے کئے گئے اقدام کا خیر مقدم کیا۔ ترجمان نے کہا کہ پاکستان کے ساتھ انسانی حقوق سمیت ہر موضوع

پر بات چیت ہوتی ہے۔ دریں اثنا اسلام آباد پولیس نے رمشا کے خلاف کارروائی کے لئے احتجاج کرنے والے ۱۵۰ افراد کے خلاف مقدمہ درج کرلیا ہے“۔

(روزنامہ امت، کراچی، ۲۳راگست ۲۰۱۲ء)

اس کے برخلاف پاکستان میں بسنے والے عیسائی مذہب کے پیشوا اور راہنما کہتے ہیں کہ یہ رمشا مسیح کا معاملہ پاکستان کا اندرونی مسئلہ ہے اور مقدمہ عدالت میں ہے۔ اگر رمشا نے جرم کیا ہے تو اُسے پاکستانی قانون کے مطابق سزا ملنی چاہئے، اس کے باوجود ہم یہ برداشت نہیں کریں گے کہ امریکہ، فرانس یا کوئی دوسرا ملک اس معاملہ میں پاکستان پر دباؤ ڈالے۔ رمشا کے معاملہ میں غیر جانبدار تحقیق ہونی چاہئے اور وہ گناہ گار ہے تو اُسے ضرور سزا ملنی چاہئے، جیسا کہ درج ذیل خبر میں ہے:

”انسانی حقوق کے کارکن اور مسیحی رہنما فادر ایمانوئل نے ”امت“ سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ رمشا کا مسئلہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔ پاکستان کی مسیحی برادری اور دیگر اقلیتیں یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ توہین رسالت قانون میں ترمیم کی جانی چاہئے، تاکہ اس کا غلط استعمال نہ ہوسکے۔ البتہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی شخص کسی بھی مذہب کی توہین کرے، نہ ہم ایسا کرتے ہیں اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اُس کو سزا ملنی چاہئے، اس کے باوجود ہم یہ نہیں برداشت کریں گے کہ امریکہ، فرانس یا کوئی دوسرا ملک اس معاملہ میں پاکستان پر دباؤ ڈالے۔ یہ مسئلہ پاکستان کا ہے، پاکستانی اسے حل کرسکتے ہیں۔ ہم حکومت کو اس معاملہ پر تجاویز دیتے رہتے اور کھل کر بات بھی کرتے ہیں، مگر کسی دوسرے ملک کو ہم پاکستان کے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتے، نہ انہیں اس کا حق ہے۔ رکن قومی اسمبلی نیلسن عظیم نے ”امت“ سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ اور فرانس کو کیا حق ہے کہ وہ پاکستان میں ہونے والے کسی معاملے میں مداخلت کریں۔ یہ سیدھی سیدھی شرپسندی ہے۔ کیا ان کے ممالک میں جو کچھ ہوتا ہے، اس پر وہ پاکستان کو مداخلت کا حق دیں گے؟۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں اس طرح کے واقعات نہیں ہونے چاہئیں۔ بغیر ثبوت کسی پر بھی غلط الزام نہیں لگانا چاہئے۔ رمشا کے معاملہ کی غیر جانبدار تحقیق ہونی چاہئے اور اگر وہ گنہگار ہے تو اُسے سزا ملنی چاہئے۔ کوئی بھی ملزم جرم ثابت ہونے سے پہلے معصوم ہوتا ہے۔ رمشا ۱۰ برس کی بچی ہے، کسی کے گھر کام کرتی ہے، اُس کا توہین قرآن سے کیا تعلق بنتا ہے؟ اس طرح کی باتوں کو اچھالنے سے ملک کی بدنامی ہی ہوتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ مسیحی برادری قرآن کی بہت عزت کرتی ہے۔ غریب ملازمہ ایسا کوئی قدم کیسے اٹھا سکتی ہے؟۔ ہم کہتے ہیں کہ مذاہب کی عزت سب پر لازم ہے۔ اگر کوئی دانستہ توہین کرتا ہے تو اُسے سزا ملنی چاہئے۔ اپنے ملک میں ہم شفاف تحقیقات اور قانون میں تبدیلی کی بات کرتے ہیں، لیکن اس کا کیا جواز کہ امریکہ اور فرانس ہمارے معاملہ میں دباؤ ڈالیں اور پاکستانی معاملات میں مداخلت کریں۔ یہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے، اس پر کسی دوسرے ملک کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے۔ یہ نہ صرف عالمی قوانین کی خلاف ورزی ہے، بلکہ پاکستانی اقلیتوں کے ساتھ بھی زیادتی ہے۔ پنجاب اسمبلی میں پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون خلیل طاہر سندھو نے ''امت'' سے بات کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت قانون کے حوالے سے اقلیتوں کو تحفظات ہیں۔ اس حوالے سے بات چیت چل رہی ہے۔ قانون میں ترمیم کا مطالبہ بھی کیا جارہا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم توہین رسالت یا توہین قرآن کو جائز خیال کرتے ہیں۔ مسیحی برادری ان دونوں باتوں کو ناجائز خیال کرتی ہے۔ پھر یہ ہمارے اندرونی مسائل ہیں۔ امریکہ یا فرانس یا کوئی دوسرا ملک' اُنہیں پاکستان کے مسیحی قطعاً پسند نہیں کرتے۔ ہم پاکستانی ہیں اور کسی دوسرے ملک کو مداخلت کا حق نہیں دے سکتے۔ مسیحی رہنما جوزف فرانسس نے امریکی مداخلت کو ناجائز قرار دیتے ہوئے کہا کہ مسیحی توہین رسالت نہیں کرسکتے۔ ہم نبی پاکؐ کی بہت عزت واحترام کرتے ہیں، ہم کس طرح توہین کرسکتے ہیں۔ توہین وہ کرتے ہیں جو جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔ مسلم لیگ (ن) کے سینیٹر کامران مائیکل نے کہا کہ یہ ہماری حکومت کا قصور ہے جو ہر معاملہ میں امریکہ کی دست نگر ہے۔ ان معاملات میں بھی اگر امریکہ مداخلت کرتا ہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ ہم تو یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ نیٹو سپلائی بھی پاکستان سے نہیں گزرنی چاہئے، لیکن جب حکام ان کے تابع ہیں تو اتنی مداخلت کوئی بڑا ایشو نہیں ہے۔ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ حکومت کی کمزوری کی وجہ سے بیرونی مداخلت بڑھ رہی ہے۔ اسلام آباد میں عیسائی لڑکی کے ہاتھوں توہین قرآن پر کراچی سے تعلق رکھنے والے مسیحی رہنماؤں کا کہنا ہے کہ مذکورہ مسئلہ چونکہ پاکستان کا ہے، اس لئے اُسے پاکستانی عدالتوں میں ہی ڈیل کیا جانا چاہئے۔ امریکہ یا یورپی ممالک اس سے

فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔ اس معاملہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ سابق رکن سندھ اسمبلی مائکل جاوید کا کہنا تھا کہ جس طرح پاکستان سے بھارت جانے والے ہندوؤں کے حوالے سے پلاننگ کے تحت پاکستان کو بدنام کیا گیا، اسی طرح رمشا نامی عیسائی لڑکی کا معاملہ بھی ہے۔ تاہم اس معاملہ کو پاکستان میں ہی حل ہونا چاہئے۔ انہوں نے صدر پاکستان وزیراعظم پاکستان سمیت دیگر حکام سے اپیل کی ہے کہ اس مسئلہ کو فوراً حل کیا جائے، تاکہ امریکہ سمیت یورپی ممالک فائدہ نہ اٹھاسکیں۔ کورنگی کرسچن پاڑے کے پادری پطرس نے کہا کہ یورپی ممالک اس مسئلہ کو جواز بنا کر پاکستان کو بدنام کرنے اور توہین رسالت اور توہین قرآن کے قوانین میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ پاکستانی حکام کو چاہئے کہ وہ اس مسئلہ کو سنجیدگی اور انصاف سے حل کریں۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملہ میں جو کورٹ کا فیصلہ ہوگا وہ ہمیں منظور ہوگا۔ ڈرگ روڈ کے فادر سیمز کا کہنا تھا کہ یہ خالصتاً پاکستانی معاملہ ہے اور حکومت بھی منارٹی کے رہنماؤں کو یقین دلوا چکی ہے کہ اس معاملہ کو اچھی طرح دیکھا جائے گا۔ تاہم اس ایشو سے یورپی ممالک اپنا مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ چرچ آف پاکستان عیسیٰ نگری کے پادری صادق مسیح کا کہنا تھا کہ وہ مسیحی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک محبِ وطن پاکستانی بھی ہیں اور پاکستان کی عزت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ عیسائی لڑکی رمشا کا جو مسئلہ ہوا ہے اس کو جہاں عدالتیں دیکھ رہی ہیں، وہیں صدر پاکستان نے بھی خصوصی طور پر اس مسئلہ پر توجہ مرکوز کردی ہے، اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں۔ امریکہ اور یورپی ممالک اپنے مفاد کے لئے اس مسئلے کو اچھال رہے ہیں۔ کوئی پاکستانی مسیحی رہنما نہیں چاہے گا کہ دوسرے ممالک کو اس معاملہ میں ٹانگ اڑانے کا اختیار دیا جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ پاکستان کا مسئلہ ہے اور پاکستان کی عدالتیں جو فیصلہ دیں گی، قبول ہوگا''۔

(روزنامہ امت، کراچی، ۲۴/ اگست ۲۰۱۲ء)

اور اُدھر پاکستان میں انداز بدل بدل کر وقتاً فوقتاً توہین قرآن اور توہین رسالت کے واقعات کو دُہرایا جاتا ہے۔ صرف تین ماہ میں کراچی، کوئٹہ، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور اسلام آباد میں دس واقعات اخبارات میں رپورٹ کئے گئے۔ صرف ٹوبہ ٹیک سنگھ میں چھ مرتبہ قرآن کریم کی بے حرمتی کی گئی۔ پاکستان میں توہین قرآن کے واقعات کا تسلسل یہ بتلاتا ہے کہ کوئی لابی ان واقعات کے پیچھے سرگرم ہے اور حکمرانوں پر دباؤ بڑھانے کے لئے ان کی ریہرسل کرائی جارہی ہے۔ اسی

بیرونی دباؤ کا نتیجہ نظر آتا ہے کہ وفاقی حکومت نے اقلیتوں کے تحفظ کے لئے مسودہ قانون تیار کرلیا ہے اور سندھ اسمبلی میں اقلیتی ارکان نے اس قانون میں ترمیم یا تبدیلی کے لئے ایک قرارداد پیش کردی ہے اور فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس پر بحث سندھ اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں کی جائے گی۔ مزید تفصیلات اس خبر میں ملاحظہ ہوں:

> ''کراچی (اسٹاف رپورٹر) پاکستان میں اقلیتوں کے تحفظ کے لئے وفاقی حکومت نے ایک مسودہ قانون تیار کرلیا ہے۔ یہ مسودہ چاروں صوبوں کو ارسال کردیا گیا ہے، تاکہ اس پر ان کی رائے لی جاسکے۔ اس مسودہ قانون میں اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک، ان کے اغوا، جبری مذہب تبدیل کرانے اور ان کے خلاف دیگر جرائم کے تدارک کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یہ بات منگل کو سندھ اسمبلی میں ایم کیو ایم کے پارلیمانی لیڈر سید سردار احمد نے اقلیتی ارکان پیتا مرسیوانی اور سلیم خورشید کھوکھر کی قرارداد کے حوالے سے بتائی۔ مذکورہ قرارداد سندھ اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں پیش کی گئی تھی اور یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ اس پر بحث سندھ اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں کی جائے گی۔ منگل کو اس قرارداد پر بحث اسمبلی کے ایجنڈے میں شامل تھی۔ اس قرارداد میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ اقلیتی برادری کا مذہب جبری تبدیل کرانے کے تدارک کے لئے قانون سازی کی جائے۔ وزیر قانون ایاز سومرو نے کہا کہ ہم یہ پتہ کریں گے کہ یہ مسودہ قانون کہاں ہے؟ اس میں جو تبدیلیاں درکار ہوں گی، ان پر ہم اقلیتی ارکان سے مشاورت کریں گے اور انہیں اعتماد میں لیں گے۔ سید سردار احمد نے کہا کہ یہ مسودہ قانون سندھ کے محکمہ مذہبی امور کو مل چکا ہے۔ ہم اس مسودہ قانون کو بہتر بنانے کے لئے اقلیتی ارکان کے ساتھ مشاورت کریں گے''۔ (روزنامہ جنگ، کراچی، ۸/اگست ۲۰۱۲ء)

ہمارا مطالبہ ہے کہ توہین رسالت، توہین قرآن اور توہین صحابہ کرامؓ کے مرتکب افراد کے مقدمات دہشت گردی کے کورٹ میں چلائے جائیں اور توہین رسالت و توہین مذہب کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم یا تبدیلی نہ کی جائے، ورنہ پاکستان میں ایسی تحریک چلے گی، جسے روکنا حکومت کے بس میں نہ ہوگا۔ اس لئے موجودہ حکومت سے ہمارا مطالبہ ہے کہ قائدعوام، بانی پیپلز پارٹی پاکستان، جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو (پاکستان کی قومی اسمبلی میں متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے موقع پر) قومی اسمبلی میں بحیثیت وزیراعظم پاکستان جو تقریر کی تھی...... جس کے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں...... اُنہیں کے الفاظ میں بیرونی دنیا کو بتلا دیا جائے کہ:

''یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی طور پر مذہبی فیصلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ پاکستان مسلمانوں کے لئے وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کرلیا جاتا، جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت' اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علت غائی (پاکستان بنانے کا مقصد ونصب العین) اور اس کے تصور کو بھی ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا، چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا، اس لئے میرے لئے مناسب نہ تھا کہ اس پر......کوئی فیصلہ دیا جاتا............... پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لئے ایک علیحدہ مملکت چاہتے تھے، اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلہ کو جمہوری طریقہ سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کررہا، پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے، اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لئے اولین اہمیت رکھتی ہے............... یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متأثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ہم دور جدید میں رہتے بستے ہیں، ہمارا آئین کسی مذہب وملت کے خلاف نہیں، بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیئے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر واعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کرسکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس امر کی ضمانت دی گئی ہے، میری حکومت کے لئے اب یہ بات بہت اہم ہوگئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی اور مقدس اسلامی فرض ہے''۔ (قومی اسمبلی میں کی گئی تقریر، ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء)

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد وعلیٰ آله وصحبه أجمعین

فری میسن اور مسجد کے لئے وقف شدہ زمین

مسائل واحکام

حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ

یہ ایک قدیم غیر مطبوعہ تحریر تھی، جو سابق مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی نوراللہ مرقدہ نے ایک سائل کے جواب میں قلم بند فرمائی تھی، اور محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ نے ''الجواب صواب'' لکھ کر اس کی تصویب فرمائی تھی۔ افادۂ عام کے لئے ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

تحریک فری میسن پشاور کے ممبروں کی ایک جائیداد جو قانوناً وشرعاً خالصۃً ان کی زرخرید مملوکہ ومقبوضہ تھی اور جو ''فری میسرز لاج'' کے نام سے مشہور تھی اور سرکاری کاغذات وغیرہ میں جس کا نمبر ۳۸ مال روڈ پشاور چھاؤنی میں ہے اور جس کا کل رقبہ اراضی ۲۰ کنال ہے اور جس میں بڑی عمارت اور کوارٹرز وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ فری میسن کے ممبروں نے اپنی یہ زرخرید مملوکہ ومقبوضہ جائیداد کل زمین مع جملہ حقوق کے برضاء ورغبتِ ایک عالیشان جامع مسجد اور اس کی ضروریات کے لئے ۳۰ر جولائی ۱۹۷۲ء کو للہ فی اللہ وقف کردی اور اس کی تعمیر وانتظام وانصرام کے لئے کمیٹی بھی مقرر کردی۔ وقف کی توثیق ان کی جنرل باڈی کے ۱۲راگست ۱۹۷۲ء کے اجلاس میں کردی گئی اور اس کا تذکرہ اس وقت کے وزیراعلیٰ صوبہ سرحد جناب مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی میں بھی کردیا تھا۔

چونکہ وسیع وعالیشان مسجد کی تعمیر میں وقت درکار تھا، اس لئے ان حضرات اور مشاورتی کمیٹی برائے مسجد کے فیصلہ کے مطابق بروز جمعہ ۸رجون ۱۹۷۳ء سے ۳۸ مال روڈ پشاور کو جامع مسجد بنا کر اس میں نماز جمعہ اور پانچ وقتہ نماز شروع کردی گئی اور اس کا باقاعدہ اعلان پشاور اور اس کے

نواح میں کر دیا گیا اور اس جگہ کے مسجد میں تبدیل ہونے کا تذکرہ اور جمعہ کی ادائیگی کا ذکر اخبارات میں بھی آ گیا۔

۲۸ر جولائی ۱۹۷۳ء کو حکومت سرحد نے یہاں کی فری میسن تنظیم کو خلاف قانون قرار دے دیا تو اس امر کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ ۳۸ مال روڈ پشاور (جو کہ پہلے فری میسرز لاج تھی) اور ایک سال قبل اس کی تمام زمین و جائیداد مسجد کے لئے وقف کر دی گئی تھی اور ۸ر جون ۱۹۷۳ء سے اس میں باقاعدہ نماز جمعہ اور پانچ وقتہ نماز واذان ہوتی تھی اور ہنوز جاری ہے، حکومت سرحد نے اس کی عمارات وغیرہ کے اکثر حصہ کو اپنی تحویل میں لے کر سر بمہر کر دیا اور صرف ایک معمولی سا ہال فی الحال چھوڑا ہے، جس کو حکومت کے قبضہ میں جا کر غیر مسجد ہونے کا خطرہ ہے۔ حکومت اس جملہ جائیداد اور زمین کو عبادتِ الٰہی کے علاوہ دیگر مقاصد میں استعمال کرنا چاہتی ہے۔ مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم مستفتی ہیں کہ:

۱.....حکومت کا یہ اقدام شرعاً درست ہے کہ ۳۸ر مال روڈ چھاؤنی کو جس کو کلیۃً مسجد کے لئے وقف کر دیا گیا ہے، اس پر قبضہ کر کے دیگر مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے اور بجز ایک معمولی ہال کے باقی جائیداد اور زمین کو مسجد کے طور پر استعمال کرنے سے روک دیا جائے؟۔

۲.....کیا مذکورہ مسجد کے لئے وقف شدہ زمین پر فائن آرٹ کلب، پریس کلب، ایوان باؤس، تجارتی مرکز، وغیرہ بنانا شرعاً جائز ہے، کیا یہ بات مداخلت فی الدین نہ ہوگی؟

۳.....کیا یہ عذر شرعاً صحیح ہوسکتا ہے کہ پہلے چونکہ یہاں شراب خانہ وغیرہ بھی تھا، اس لئے یہاں مسجد یا دینی دار المطالعہ وغیرہ بنانا دین کی توہین ہے۔ بینوا وتؤجروا۔

مستفتیان: ارکان مشاورتی کمیٹی جامع مسجد ۳۸ر مال روڈ، پشاور، ۲۰ر رجب ۱۳۹۳ھ

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

مسجد کا وقف سب سے قوی وقف ہے، اسی لئے فقہاء کرام نے اس کے احکام علیحدہ بیان کئے ہیں۔ مطلق وقف میں امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے درمیان بعض شرائط کے سلسلہ میں قدرے اختلاف رائے پایا جاتا ہے، البتہ مسجد کے وقف کے سلسلہ میں تقریباً سب کا اتفاق ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحت وقف کے لئے حکمِ حاکم یا وصیت، اسی طرح امام محمدؒ کے نزدیک عدمِ شیوع التولی شرط نہیں ہے۔ شیخ ابن الہمامؒ ''فتح القدیر، کتاب الوقف'' میں لکھتے ہیں:

''لما اختص المسجد بأحكام تخالف أحكام مطلق الوقت عند الثلاثة فعند أبي حنيفة لايشترط في زوال الملك عن المسجد حكم الحاكم ولا الإيصاء ولا يشترط التسليم إلى المتولي عند محمدؒ الخ''۔ (ج:۵،ص:۶۱)

وقف اور خصوصاً وقف للمسجد کی اہمیت قرآن کریم کے ارشادات اور حدیث نبوی ﷺ کی

صراحت سے ثابت ہے۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الف تحیۃ نے اپنے تعامل وتوارث سے وقف کی حرمت کو ہمیشہ محفوظ رکھا اور اسلامی حکومتوں نے نہ صرف یہ کہ وقف کی ہمت افزائی کی، بلکہ مساجد، مدارس اور دیگر وجوہِ خیر میں وقف کرنے کو اپنی سعادت سمجھا۔ کسی مسلم حکومت نے عادلہ ہو یا جائرہ وقف باطل کرنے کی جرأت نہیں کی اور نہ شرعاً حکومت کو اس قسم کا حق حاصل ہے۔

''القضاء بخلاف شرط الواقف كالقضاء بخلاف النص لاينفذ لقول العلماء:'' شرط الواقف كنص الشارع'' صرح به في شرحي المجمع للمصنف وابن الملك وصرح السبكي في فتاواه بأن ما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص وهو حكم لادليل عليه سواء كان نصه في الوقف نصاً أو ظاهراً ويدل قول أصحابنا كما في البداية أن الحكم إذا كان لادليل عليه لم ينفذ''.

اور ص: ۴۸ پر لکھتے ہیں:

''ومن كتاب القضاء أن من القضاء الباطل القضاء بخلاف شرط الواقف لأن مخالفته كمخالفة النص''.

کسی مسلم حکومت کو عوام کی رعایت اور ان کی مصلحت کے لئے بھی ایسے امور کی اجازت نہیں، جو شریعت مطہرہ کے خلاف ہوں، ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

''إذا كان فعل الإمام مبنياً على المصلحة فيما يتعلق بالأمور العامة لم ينفذ أمره شرعاً إلا إذا وافقه فإن خالفه لم ينفذ ولهذا قال الإمام أبويوسفؒ في كتاب الخراج من باب إحياء الموات، وليس للإمام أن يخرج شيئا من يد أحد إلا بحق ثابت معروف وقال قاضي خان في فتاواه من كتاب الوقف ولو ان سلطان أذن لقوم أن يجعلوا أرضاً من أراضي البلدة حوانيت موقوفة على المسجد أوأمرهم أن يزيدوا في مسجد هم قالوا: إن كانت البلدة فتحت عنوة وذلك لايضر بالمار والناس ينفذ أمر السلطان فيها وإن كانت البلدة فتحت صلحاً تبقى على ملك ملاكها فلا ينفذ أمر السلطان فيها الخ''۔ (ص:۱۴۷)

بناءً علیہ جبکہ فری میسن کے ممبروں نے اپنی مملوکہ، مقبوضہ اراضی کو مسجد کے لئے وقف کردیا اور اس میں نماز باجماعت کی اجازت دے دی تو ''فری میسن لاج'' اور اس کی ملحقہ اراضی کلیۃً مسجد ہوگئی اور اب وہ قیامت تک مسجد رہے گی۔ لاج کا پورا حصہ مسجد کے طور پر استعمال کیا جائے اور

باقی ملحقہ اراضی کو مصالح مسجد کے لئے استعمال کیا جائے۔

۱......۳۸/مال روڈ پشاور چھاؤنی فری میسن لاج اور اس کی ملحقہ اراضی کلیۃً مسجد کے لئے وقف ہے، اس پر حکومت کا قبضہ ناجائز ہے اور اس سلسلہ میں حکومت کا کوئی بھی حکم غیر نافذ اور باطل ہے۔

۲......اس اراضی کے کسی بھی حصہ کو کسی دوسرے مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا، یہ مسجد ہے اور مسجد رہے گی۔

۳......اس میں دین کی قطعاً توہین نہیں ہے، بلکہ اعزاز دین ہے کہ جو جگہ فسق و فجور کے لئے استعمال کی جاتی تھی، اب اللہ کے نام بلند کرنے اور اس کی عبادت میں استعمال ہو رہی ہے۔ مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ آج جہاں قائم ہے، وہاں مشرکین جاہلیت کی قبریں تھیں، حضور اکرم ﷺ نے قبور کو برابر کر کے اس جگہ مسجد نبوی تعمیر فرمائی، جو تقدس و عظمت میں مسجد الحرام کے بعد دوسرے درجہ پر ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں باب قائم کیا ہے "**باب هل ينبش قبور مشركی الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد**" اس کے ذیل میں حافظ ابن حجرؒ نے جو فوائد مستنبط کئے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے: "**وجواز بناء المساجد فی أماكنها الخ**"۔ (فتح الباری، ج:۱، ص:۴۱۵)

اور حافظ عینیؒ اسی قسم کا ایک سوال قائم کرتے ہوئے جواب دیتے ہیں:

> "**فإن قلت أليس فی اتخاذ قبور المشركين مساجد تعظيم لهم؟ قلت: لايستلزم ذلک لأنه إذا نبشت قبورهم ورميت عظامهم تصير الأرض طاهرة منهم والأراضی كلها مسجد لقوله ﷺ: وجعلت لی الأرض مسجداً وطهوراً**"۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ قبور کو برابر کرنے اور ان کی ہڈیوں سے پاک کرنے کے بعد زمین طاہر ہو جائے گی اور سارے عالم کی زمین مسجد ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "میرے لئے زمین کو مسجد اور طہور بنایا گیا ہے"۔ فری میسن لاج سے جو شراب اور فسق و فجور کے نشانات مٹا دیئے گئے تو وہ پاک ہوگی اور مسجد ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب صواب
محمد یوسف بنوری

کتبہ
ولی حسن ٹونکی مفتی
مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی نمبر: ۵
۱۸/شعبان ۱۳۹۳ھ

تشکیل معاشرہ میں اسلامی قانون کا کردار!

قاری عبدالرؤف مدنی
اسلامیہ کالج ویونیورسٹی، پشاور

معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے اور قانون ایک ایسی ناگزیر ضرورت ہے کہ اس کے بغیر متمدن انسانی معاشرے کا تصور ہی ناممکن ہے۔ اسی قانون کے ذریعہ معاشرے کی شیرازہ بندی ہوتی ہے، حقوق وفرائض کی ادائیگی کا بہترین انتظام کیا جاتا ہے، عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ معاشرے کے افراد جو مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں، وہ قانون کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے ایک نظام کے تحت زندگی گزارتے ہیں، تاکہ ایک دوسرے کے ظلم وجور سے محفوظ رہیں۔ مختصر یہ کہ انسانی فطرت کے تقاضے اس قدر گوناگوں اور اس کی ضروریات اس قدر متنوع ہیں کہ معاشرہ کو ایک قانونی نظام کی بنیاد پر استوار کئے بغیر ان کی تکمیل نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اگر قانون ابتدائی تعلیم کو جبری قرار دیتا ہے تو اس لئے کہ معاشرہ جاہل نہ رہے، اگر مجرموں کو سزا دیتا ہے تو اس لئے کہ جرائم کا سد باب ہو اور لوگ امن وسکون سے اپنی زندگی گزار سکیں۔ اگر قانون ظلم واستحصال کے خلاف ہے تو اس لئے کہ کمزور کی حق تلفی نہ ہو۔ غرض قانون اور معاشرہ میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

عقیدہ اور معاشرتی اقدار:

اسلام جس معاشرے کو قائم کرنا چاہتا ہے وہ عقیدۂ توحید پر مبنی ہے، یعنی وہ خونی اور نسبی رشتہ کی بجائے عقیدہ پر زور دیتا ہے۔ اسلام معاشرہ کی تشکیل کے لئے قبائلی کثرت کی جگہ اعتقادی وحدت پر یقین رکھتا ہے، رنگ ونسل کا کوئی امتیاز روا نہیں: ''إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ''۔ (الحجرات:۱۰) ''سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔ چنانچہ اعتقادی وحدت کے بعد اسلامی قانون جس چیز پر زور دیتا ہے، وہ معاشرتی مساوات ہے، سورۂ حجرات میں قرآن پاک صاف صاف اعلان کرتا ہے:

> ''يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ''۔ (الحجرات:۱۳)

ترجمہ:۔''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف

قوموں اور مختلف خاندانوں میں تقسیم کیا، تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو۔ بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک وہی مشرف ومکرم ہے جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہے"۔

اس آیت کے ذریعہ قاعدہ کلیہ بیان ہورہا ہے کہ کسی شخص کا کسی خاص قبیلہ یا خاندان یا خطہ سے تعلق ہونا کسی فضیلت کا باعث نہیں، اصل چیز تقویٰ ہے۔ چنانچہ اسلامی معاشرے کے چار اجزائے ترکیبی ہیں: ایک یہ کہ اس کائنات کا مقتدر اعلیٰ اللہ کی ذات ہے۔ اور دوسرے یہ کہ انسان اس کا ہمہ وقت بندہ ہے، اس ذات کے سامنے انسان سراپا اطاعت ہے۔ اور تیسرے یہ کہ ایک مکمل نظام فکر وعمل جو اس حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کے زیر اثر بنے۔ اور چوتھے حقوق وفرائض کی ادائیگی میں جزا وسزا کا تصور۔

قرآن میں ذکر ہے: "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ"۔ (الزلزال: ۷،۸) اسی طرح سورۂ حم سجدۃ میں ارشاد ہے: "مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا"۔ (حم سجدۃ: ۴۶) یعنی جس شخص نے نیک عمل کیا، وہ اس کے اپنے نفع کے لئے ہوگا اور جس شخص نے برا عمل کیا، اس کا وبال اُسی کے ذمہ پڑے گا"۔

قانونِ اسلامی کا نظریہ:

وہ تصور جو اسلام معاشرے کی تشکیل کے بارے میں پیش کرتا ہے۔ قانون اسلامی کی طرف نظر ڈالئے، تو اسلامی قانون کا نظریہ مغربی قوانین سے یکسر مختلف ہے۔ مغربی فلاسفہ اور ماہرین قانون اس نظریہ کے حامل نظر آتے ہیں کہ انسانی معاشرہ میں بیک وقت قانون اور اخلاق کے دو معیاری نظام پائے جاتے ہیں، جن کو (Normative Systems) سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس زاویہ نظر کے تحت یہ دونوں نظام بعض مقامات پر ایک دوسرے سے قریب ہوجاتے ہیں اور بعض مقامات پر ایک دوسرے سے نہ صرف یہ کہ ہم آہنگ نہیں ہو پاتے، بلکہ متضاد دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ کانٹ (Kant) نے قانون اور اخلاقیات کے فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قانون (External Conduct یعنی ہمارے خارجی طرز عمل کو واضح کرتا ہے اور اخلاق (Morality) یعنی ہمارے داخلی طرز عمل کو متعین کرتا ہے۔ اسی طرح مشہور انقلابی مفکر کیلسن (Kelson) اخلاقی تصورات کو قانون میں سمو دینے کا سخت مخالف ہے۔ اس کے خیال میں اخلاقیات محض ایک موضوعی (Subjective) چیز ہے، اس لئے اس کو قانون کے سائنسی مطالعہ بحیثیت معروضی حقیقت (Objective Fact) کے تحت شامل نہیں کیا جاسکتا۔ کیلسن کی یہ رائے دراصل قانونِ محض (Pure Law) کے نظریہ پر مبنی ہے، جس کی اصل یہ ہے کہ اخلاق کا قانون سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔

اسلامی قانون کا نظریہ اس سے مختلف ہے۔ اسلامی قانون اپنے اندر مذہبی اور اخلاقی نظام سموئے ہوئے ہے، اس لئے اسلامی قانون کا دائرۂ عمل مغربی قوانین کے مقابلہ میں نظریاتی اور عملی دونوں اعتبار سے وسیع تر ہے۔ وہ ایک ایسے ہدایتی اور واجبی (Imperative) عنصر کا مالک

ہے جو اپنی ہیئت ترکیبی اور مزاج میں دنیا کے دوسرے قوانین سے منفرد اور ممتاز ہے۔ وہ افرادِ معاشرہ کے داخلی اور خارجی دونوں پہلوؤں پر یکساں نظر رکھتا ہے۔ شارع علیہ السلام ''إنّما الأعمال بالنیات '' (بخاری) کہہ کر انسان کے خارجی عمل کو اس کی داخلی نیت کے ذریعہ متعین کرتا ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جس میں دنیا کا کوئی دوسرا مذہب اس کا حریف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

حسنِ معاشرت:

معاشرے کا سب سے چھوٹا یونٹ ایک خاندان ہوتا ہے، جس میں مرد وعورت میاں بیوی کی حیثیت سے شامل ہوتے ہیں۔ اسلامی قانونِ ازدواج ایک ایسا قانون ہے جو قوانینِ تمدن میں سب سے زیادہ اہم اور وسیع الاثر ہے۔ اسلام کا یہ قانون جو سب سے زیادہ معاشرہ پر اثر انداز ہوتا ہے، عدل وتوازن، انصاف ورواداری، اخلاق وعصمت کی محافظت، باہمی محبت ومودت، مقاصدِ نکاح کے حصول، نجاتِ اخروی، مصلحتِ عامہ اور انسانی فطرت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ چنانچہ قرآن پاک مرد کو خاندان کا سربراہ قرار دیتا ہے اور ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ '' (النساء:۳۴) ''مرد عورتوں پر قوّام ہیں'' اور ''لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ '' (البقرۃ:۲۲۸) کہ '' مردوں کو عورتوں پر مرتبہ حاصل ہے'' کہہ کر یہ حقیقت واشگاف الفاظ میں بیان کررہا ہے کہ خاندانی نظم وضبط، اس کی دیکھ بھال میں مردوں کو اولیت حاصل ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب کچھ مرد ہی ہے، بلکہ مرد کو یہ تلقین کی جاری ہے کہ ''وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ '' (البقرۃ:۲۲۸) یعنی '' عورتوں کو بھی (حسن سلوک میں) مردوں پر حق ہے، جیسا کہ مردوں کو ان پر حاصل ہے''۔ مزید صراحت کے طور پر یوں کہا گیا ہے کہ ''عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ '' (النساء:۱۹) یعنی '' عورتوں کے ساتھ ہمیشہ قانونِ شرعیہ کے مطابق نیک سلوک کرو''۔

نفقہ:

انسان طبعاً بخیل واقع ہوا ہے، بعض اوقات اپنے بیوی بچوں پر بھی خرچ کے معاملہ میں اس کی طبیعت میں تنگی پیدا ہوجاتی ہے اور کبھی کبھی وہ مال کو جمع کرنے کی ہوس میں یا آئندہ غربت کے خوف سے اپنے بیوی بچوں کے نفقہ کا برابر خیال نہیں رکھتا، اسی بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

''لِیُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِه وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ''۔ (الطلاق:۷)

ترجمہ:۔ ''وسعت والے شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس کی آمدنی کم ہو، اس کو چاہئے کہ اللہ نے اس کو جتنا دیا ہے، اس میں سے خرچ کرے۔

تعددِ ازدواج:

اسلامی قانون ''وَلَامُتَّخِذِیْ أَخْدَانٍ''۔ (المائدۃ:۵) کہہ کر اعلانیہ یا چوری چھپے ناجائز تعلقات استوار کرنے والوں کو سخت تنبیہ کرتا ہے۔ وہ ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کو عدل پر قدرت کی وجہ سے جائز قرار دیتا ہے، مگر ساتھ ہی یہ تاکید بھی کرتا ہے کہ: ''فَلَاتَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا کَالْمُعَلَّقَةِ'' (النساء:۲۹) یعنی ''ایک عورت کی طرف بالکل اس طرح جھک پڑو کہ دوسری عورت گویا معلق رہ جائے''۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا طرزِ عمل اختیار مت کرو کہ وہ اللہ کی قائم کردہ حدود توڑنے پر مجبور ہو۔

طلاق:

خوش اسلوبی سے رہنے سہنے اور ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل کی تلقین کے بعد اسلامی قانون ایک ایسی صورت کا بھی ذکر کرتا ہے کہ جب زوجین ایک دوسرے کے ساتھ حسن معاشرت جاری نہ رکھ سکیں اور انہیں یہ خدشہ لاحق ہو کہ وہ اللہ کی قائم کردہ حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ایسی صورت میں ''فَابْعَثُوْا حَکَماً مِّنْ أَهْلِهٖ وَحَکَماً مِّنْ أَهْلِهَا''۔ (النساء:۳۵) کہ ایک فیصلہ کرنے والا شوہر کے خاندان سے اور ایک بیوی کے خاندان کا ہو، تاکہ مصالحت کرادی جائے اور اگر مصالحت ممکن نہ ہو تو اس صورت میں خلع اور طلاق وتفریق کے احکام موجود ہیں اور اسلام ایسی کوئی پیچیدگی نہیں چھوڑتا، جس کو عدل کے ساتھ حل نہ کیا گیا ہو۔

حضانۃ یعنی پرورش:

طلاق یا تفریق کی صورت میں نابالغ بچوں کی تربیت وپرورش کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی قانون اس کا متوازن حل پیش کرتا ہے کہ لڑکا سات سال کی عمر تک اور لڑکی بالغ ہونے تک اپنی ماں کے پاس رہ سکتی ہے اور باپ ان بچوں کے نان ونفقہ، تعلیم ورہائش وغیرہ کا ذمہ دار ہوگا۔ دراصل اسلام معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنا اور نیکیوں سے بھر دینا چاہتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا''۔ کہ ''جس نے اپنے بڑے کی عزت نہیں کی اور جس نے اپنے چھوٹے کے ساتھ شفقت ومہربانی کا برتاؤ نہیں کیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ یہ ہدایت معاشرہ اور باہمی ربط وسلوک کی ایک محکم بنیاد ہے، تاکہ معاشرہ کے افراد میں ایک دوسرے کے لئے احترام وشفقت موجود ہو اور معاشرہ میں حسنِ اخلاق رواج پائے۔

اسراف:

معاشرے میں زر یا دولت کو کلیدی حیثیت حاصل ہے، اسلامی قانون ''کُلُوْا وَاشْرَبُوْا'' (الاعراف:۳۱) یعنی کھانے پینے کی اجازت دیتا ہے، مگر اسراف سے منع کرتا ہے۔ اسراف کا مفہوم عام طور پر فضول خرچی سے کیا جاتا ہے۔ دراصل اسراف قدر ناشناسی کا دوسرا نام ہے، یعنی ایک معتدل انداز سے

سے زیادہ خرچ کرنا، چنانچہ اگر کسی نے اپنی سفاہت یعنی کم عقلی کے سبب اسراف کا ارتکاب کیا ہو تو اسلامی قانون کے تحت اس کے مالی تصرفات پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے، حنفی مسلک میں اس کی گنجائش نہیں۔

وصیت ومیراث:

مالی ومعاشرتی امور میں مزید استحکام پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ وصیت ومیراث کا اسلامی قانون موجود ہے کہ جس میں ہر مسلمان کو اپنے ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک کسی غیر وارث کے حق میں وصیت کرنے کا مُجاز قرار دیا گیا ہے۔ اُس کے بعد تمام ورثاء کے حصے قرآن پاک اور حدیث نبوی ﷺ کے ذریعہ متعین کئے گئے ہیں، تاکہ دولت کے ارتکاز یا غیر منصفانہ تقسیم سے انسانی معاشرہ میں جو مفاسد پیدا ہوسکتے ہیں، اُن کا ازالہ کیا جاسکے اور آپس میں محبت وتعلق کا رشتہ منقطع نہ ہونے پائے۔

پڑوسیوں کے حقوق:

خاندانی زندگی کے لئے معاشرہ کے ایک چھوٹے مگر بنیادی یونٹ سے متعلق اسلامی قوانین کی طرف یہ چند اشارے ہیں۔ گھر یا خاندان سے باہر کسی شخص کا واسطہ اس کے پڑوسی سے پڑے گا۔ پڑوسی کے جو حقوق اسلام بیان کرتا ہے، شاید ہی کسی دوسرے معاشرے میں اس کی نظیر ملے۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ پڑوسی کا حق شفعہ اسلامی قانون کی عمدگی کی ایک واضح مثال ہے۔

حلال روزی:

ایک وسیع معاشرہ کے فرد ہونے کی حیثیت سے انسان کا سب سے پہلا قدم کسب معاش کا ہوتا ہے۔ حلال روزی کمانے پر اسلام اور اس کا قانون بے حد زور دیتا ہے، قرآن واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ ”أَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا“ (البقرۃ:۲۷۵) کہ ”اللہ نے بیع یعنی خرید وفروخت کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام“۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اپنی قبروں سے حشر کے دن اس طرح اٹھیں گے، جیسے وہ شخص اٹھتا ہے جس کو آسیب نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ ایک اہم ترین اقتصادی ضابطہ ہے، جس پر اسلامی معیشت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

قرض کی ادائیگی:

اسلام قرضوں کی ادائیگی کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے۔ اول تو اس بات کی طرف راغب کرتا ہے کہ قرض ہی مت لو، یہ تمہاری اقتصادیات کو گھن کی طرح چاٹ جائے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ رات کو بھوکے سوئے رہنا اس سے بہتر ہے کہ جب تم صبح کو اٹھو تو تمہاری گردن پر کسی کا قرض ہو۔ آنحضرت ﷺ اکثر اوقات نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے دریافت فرمالیتے تھے کہ میت پر کوئی

قرض تو نہیں؟ مراد یہ تھی کہ اگر ہے تو فوری ادا کر دیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر کسی شخص پر کوئی قرضہ ہے اور وہ اس کو ادا کئے بغیر مر گیا تو یہ قرضہ اس میت اور جنت کے بیچ میں ایک آڑ اور رکاوٹ بن جاتا ہے، اسی لئے اسلامی قانون میں حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے، حتی کہ سورۂ نساء میں جہاں قرآن پاک میت کے ترکہ کی ورثاً میں تقسیم کا ذکر اور ان کے حصے بیان کرتا ہے، وہاں بار بار یہ پابندی بھی عائد کرتا ہے کہ ورثاً میں ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں سے میت کے ذمہ واجب الادا قرضے ادا کئے جائیں۔

امانت کی واپسی:

قرضوں کی ادائیگی کی طرح امانتوں کو ان کے حق داروں تک پہنچانے کا بھی حکم ہے: ''إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا ''۔ (النساء:۵۸) یعنی اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت تک پہنچا دو'' پھر ذکر ہے: ''لَاتَخُونُوا اللهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا أَمَانَاتِكُمْ '' (الانفال:۲۷) یعنی ''تم اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ خیانت مت کرو، اور امانتوں میں بھی خیانت مت کرو'' ایک اور حکم دوسروں کا مال ناحق کھانے کے متعلق ہے کہ ''وَلَاتَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ '' (البقرہ:۱۸۸) کہ ''آپس کا مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ'' اس میں رشوت کے حرام ہونے کی وضاحت ہے۔

ناپ تول:

اسلامی قانون عام تجارتی معاملات میں ''أَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ '' (الانعام:۱۵۲) ''ناپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو'' اسی طرح قرآن پاک کی سورۂ تطفیف میں فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں کے لئے حسرت و ناکامی ہے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو یقین نہیں کہ وہ مر کر ایک ہولناک دن کے لئے اٹھائے جائیں گے؟ جس دن سارے جہانوں کے مالک کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینے کو کھڑے ہوں گے۔ اسلامی قانون ''أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ '' (المائدۃ:۱) کہہ کر معاہدات کی پابندی کرنے پر زور دیتا ہے کہ روزِ قیامت تم سے تمہارے وعدوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

انسان محض معاشی حیوان نہیں:

اسلام، انسان کے لئے محض معاشی حیوان بننا پسند نہیں کرتا جو رات دن اپنی تجوری کو بھرنے میں لگا رہے۔ وہ ''امر بالمعروف '' اور ''نهى عن المنكر '' کو ہر مسلمان کا انفرادی اور اجتماعی فریضہ قرار دیتا ہے۔ ساتھ ہی وہ معاشرہ میں امور خیر کی انجام دہی کے لئے یاد دلاتا ہے کہ ان کے مال میں سائل اور محروم کے لئے بھی حق ہے۔ ''وَفِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ '' (الذاریات:۱۹) ''يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ''۔ (البقرۃ:۲۱۹) اے رسول ﷺ! لوگ آپ سے خرچ کے

بارے میں دریافت کرتے ہیں، فرمادیجئے کہ جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو، وہ راہ خدا میں خرچ کرو۔ انفاق فی سبیل اللہ کے اس قرآنی حکم کے ساتھ ''لَنْ تَنَالُوا البِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ '' (آل عمران:۹۲) بھی ارشاد ہورہا ہے کہ ''اللہ کی راہ میں وہ مال خرچ کرو جو تم کو محبوب ہے''۔ یہاں تفصیلات بیان کرنے کا موقع نہیں، اس قدر عرض کردوں کہ تقریباً ساڑھے پانچ سو آیات قرآن پاک کی ایسی ہیں جو اسلامی قوانین واحکام سے متعلق ہیں اور رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی ہزار ہا احادیث اور آثار موجود ہیں، جنہیں اسلامی معاشرہ کی تشکیل اور اسلامی قانون کے مأخذ کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

تعزیری قوانین:

اب ذرا تعزیری قوانین کی طرف آیئے! انسان کی صفت جو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ''اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْماً جَھُوْلاً'' (الاحزاب:۷۲) انسان کے ظالم ہونے پر صریح نص ہے۔ وہ معاشرے پر مختلف انداز سے ظلم ڈھاتا ہے۔ ان میں اس کے وہ افعال جو پورے معاشرے کے لئے گندگی اور خرابی اخلاق کا موجب ہوں، تعزیری معاملہ میں ان کی طرف اسلامی قانون اپنی پہلی توجہ مرکوز کرتا ہے، چنانچہ اسلامی فوجداری قانون کے دو حصے ہیں: ایک وہ جرائم اور سزائیں ہیں، جن کا ذکر قرآن پاک میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، یا رسول اکرم ﷺ اور خلفاء راشدینؓ سے ثابت ہیں اور دوسری قسم ان جرائم اور سزاؤں کی ہے، جن کے تعین کے لئے حاکم وقت کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ زمانہ کے حالات اور اپنی صوابدید کے موافق جو سزا چاہے اور مناسب سمجھے، مجرموں کو دے، تاکہ معاشرہ سے جرائم کا سدباب ہو۔

جہاں تک ان جرائم اور سزاؤں کا تعلق ہے جو قرآن پاک میں مذکور ہیں، ان میں سرفہرست زنا، چوری، قتل، بغاوت وغیرہ آتے ہیں۔ اسلامی قانون زنا کے جرم کے سلسلے میں بڑا سخت گیر واقع ہوا ہے۔ قرآن سب سے پہلے تو یہ حکم دیتا ہے کہ ''لَاتَقْرَبُوا الزِّنَا'' (الاسراء:۳۲) یعنی ''زنا کے قریب ہی نہ بھٹکو'' اور اگر کوئی اس حکم کے باوجود اس حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو حکم دیتا ہے:

> ''اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ وَلَاتَأْخُذْکُمْ بِھِمَا رَأْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَائِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ''۔ (النور:۲)
>
> ترجمہ:۔''جو عورت و مرد زنا کرے تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہو تو اللہ کے دین کی بات پر عمل کرنے میں ان دونوں سے نرمی نہ برتنا۔ نیز یہ کہ جس وقت ان کو سزا دی جائے تو مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو، تاکہ وہ ان کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر عبرت پکڑیں''۔

مقام افسوس ہے کہ اس مملکت خداداد پاکستان میں سوکوڑوں کی سزا اور زانی وزانیہ کے ساتھ نرمی

نہ برتنے کے صریح حکم قرآنی کے باوجود تعزیرات پاکستان میں زنا کا جرم آج بھی قابل راضی نامہ ہے۔

اسلامی قانون میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹ ڈالنا ہے۔ قرآن کا صاف وصریح حکم ہے: ''اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا'' ۔ (المائدۃ:۳۸) لیکن ہمارے معاشرے میں چور کی جو سزا ہے، وہ آپ سب کو معلوم ہے۔ اسی طرح قتل کے جرم میں اسلامی قانون میں قصاص یعنی جان کے بدلے جان اور اگر مقتول کے ورثائ راضی ہو جائیں تو دیت یعنی خون بہا کا حکم ہے۔ یہ حقیقت میں اللہ کی طرف سے ایک مہربانی اور آسانی ہے۔ قصاص کا قانون اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ معاشرہ کے افراد آپس کی خون ریزی سے اجتناب کریں۔

اسی طرح جو لوگ رہزنی کا ارتکاب کریں یا بغاوت کے ذریعہ ملک میں فساد مچائیں، ان کی سزا قرآن میں یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا گرفتار کر کے سولی دے دی جائے یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ ڈالا جائے یا قید کیا جائے اور ان کو جلا وطن کر دیا جائے۔ البتہ اگر وہ توبہ کرلیں تو انہیں معاف کر دیا جائے۔ (اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرلیں تو رہزنی کی حد ساقط ہو جاتی ہے، لیکن حقوق مالی واجب رہتے ہیں، نیز اگر کسی کو قتل کیا ہو تو قصاص بھی آتا ہے اور گرفتار ہونے کے بعد توبہ بھی معتبر نہیں ہے) یہ حکم ان کے لئے ہے جو ایک اسلامی حکومت میں فتنہ وفساد کا بازار گرم رکھیں اور مسلمانوں کی جان و مال، آبرو اور خود اسلامی حکومت کے درپے ہوں، جس کو عام اصطلاح میں غداری یا بغاوت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی قانون دیگر جسمانی سزاؤں کے سلسلے میں عدل اور برابری کا مطالبہ کرتا ہے، چنانچہ ''اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ'' ۔ (المائدۃ: ۴۵) کا قائل ہے، یعنی یہ کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخم کے بدلے اسی جیسا زخم۔

اسلامی قانون شراب نوشی کو حرام قرار دیتا ہے، اس لئے کہ وہ ام الخبائث ہے۔ دوسری اخلاقی خباثتوں کو جنم دیتی ہے اور اس کے لئے خلافت راشدہ میں اسی کوڑوں کی سزا مقرر تھی، لیکن بدقسمتی سے ہمارا قانونِ ملکی اس کو صرف امن وامان کے نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔

اسلامی قانون ''اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ''۔ (الاعراف: ۳۵) کی تعمیل میں تمام فواحش اور منکرات کو حرام کہتا ہے اور فحاشی، جنسی بے راہروی اور بے حیائی کو قانوناً جرم قرار دیتا ہے۔ یہ ہے اسلامی قانونِ فوجداری کا وہ خلاصہ جو اس کائنات کے پیدا کرنے والے نے جو انسانوں کی اچھی اور بری، کھلی اور چھپی سب باتوں کو جاننے والا ہے، مقرر فرمایا ہے۔ آپ کہیں گے کہ اسلامی قانونِ فوجداری سخت گیر واقع ہوا ہے۔ میں کہوں گا: بے شک اسلامی قانون سخت گیر ہے، وہ معاشرے کو مفاسد سے پاک رکھنا چاہتا ہے اور شخصی ملزم کے حق میں نرم رجحان کے خلاف ہے، جس کے نتائج آپ روزانہ اخباروں میں پڑھتے ہیں۔ جسٹس اے آر کارنیلیس جو پاکستان کے چیف جسٹس رہ چکے

ہیں، جنہیں مغربی قوانین کو جاننے اور برتنے کا اس برصغیر میں تقریباً چالیس سال تک موقع ملا ہے اور جو اسلامی قانون کی برتری اور عظمت کے بھی قائل ہیں، انہوں نے ۲۷ / اگست ۱۹۶۵ء کو آسٹریلیا میں وزرائے قانون اور اٹارنی جنرلز کی ایک کانفرنس کے دوران اپنے مقالہ میں فرمایا تھا:

''زمانۂ حال کے قانون فوجداری کے ماہرین کے لئے ملزم کی ذات کے تحفظ کا مسئلہ خصوصی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس ضمن میں ان کی توجہ نئے اور بعید از فہم عذرات کی جانب مرتکز ہے۔ اگر پاکستان میں فوجداری کارروائیوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں ان پر اگر مزید توجہ دی گئی تو ملزموں کو ایک بہتر پوزیشن حاصل ہو جائے گی، جو مفادِ عامہ کی نظر میں خلافِ مصلحت، بلکہ کسی حد تک خطرناک ثابت ہوگا''۔

میں اس ضمن میں اس قدر عرض کروں گا کہ قانون خواہ کتنا ہی اچھا اور عدل وانصاف پر مبنی ہو، اس وقت تک اس کے بہتر اثرات ونتائج مرتب نہیں ہو سکتے، جب تک کہ کسی ملک کے قانون وانصاف کے ادارے اس کارکردگی اور مہارت کے ساتھ اپنے فرائض ادا نہ کریں جو معاشرے کے تحفظ کے لئے ضروری ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں یہ مسئلہ خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلامی تصور انصاف اور عدل کی خصوصیات رکھتا ہے۔

آخر میں میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ مسلمان معاشرہ جس کی اساس ''**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**'' پر قائم ہے، مختلف بیرونی اثرات اور عوامل کے باوجود یہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا جذبہ ہمارے معاشرے کو آج بھی ایک پلیٹ فارم پر جمع کئے ہوئے ہے۔ میں پورے یقین واعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ مسلم معاشرہ کو مجتمع رکھنے والا خدا کا قانون اور اسلامی ضابطہ حیات ہی ہوسکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں غیر اسلامی قوانین تقدیس کے تصور سے یکسر عاری ہیں، جن کے احترام کے جذبہ سے لوگوں کے دل خالی ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جو ایک عرصہ سے مسلم معاشرہ میں انتشار کا باعث بنی ہوئی ہے اور معاشرتی برائیاں گھٹنے کے بجائے روز بروز بڑھ رہی ہیں۔

پچھلی حکومتوں نے اس سلسلہ میں جو اقدامات کئے، وہ ناقص تھے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اسلامی قوانین اور ضابطۂ حیات کو معاشرہ میں خواہ وہ سیاست ہو یا تجارت، تعلیم ہو یا عدالت، اس کو نافذ کردیں، ورنہ مسائل روز بروز الجھتے جائیں گے اور خبر نہیں کہ انجام کیا ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اسلام اور حکومت وریاست دو جڑواں بھائی ہیں، ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست حالت میں نہیں رہ سکتا۔ اسلام کی مثال ایک بنیاد کی اور حکومت گویا اس کی محافظ ہے۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو، وہ گر جاتی ہے اور جس کا کوئی نگہبان نہ ہو، وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔ اسلامی حکومت کی مثال ایک عمارت کی ہے، جس کی بنیاد اسلام ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس بنیاد کو جیسے بھی ہو، محفوظ رکھا جائے اور یہ ہمارا انفرادی، اجتماعی، اخلاقی، اور مذہبی فریضہ ہے کہ ہم اس کی بقاء اور اقامت کی بھرپور کوشش کریں۔

دینی مدارس میں دنیوی تعلیم

کارواج پڑ جانے کے عواقب ونتائج

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

آج کل مدارس کی دنیا میں ایک اصطلاح نکل چلی ہے: ''دینی و دنیوی تعلیم کا حسین امتزاج'' بعض ستم ظریف تو اسے'' دینی وعصری تعلیم کا (یا قدیم وجدید کا) حسین امتزاج'' سے تعبیر کرتے ہیں، حالانکہ جاننے والے جانتے ہیں... اور اس مضمون کے آخر تک قارئین بھی انشاءاللہ جان لیں گے... کہ جو دنیوی تعلیم ہمارے ہاں رائج ہے، اسے آپ کچھ کہہ لیں، لیکن ''جدید'' یا ''عصری'' نہیں کہہ سکتے، یہ تو نہ جدید ہے، نہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق۔ یہ ایسی فرسودہ، ازکار رفتہ اور عہد کُہن پر اڑے رہنے کی مثال ہے کہ خود اس کے ترتیب دینے والوں سے لے کر پڑھنے پڑھانے والوں تک کسی کو اس سے مطمئن نہیں پایا، نہ کسی ایک بڑے میاں یا چھوٹے منے نے اسے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ قرار دیا ہے۔ اس منہجِ تعلیم سے وابستہ تجربہ کار حضرات سے مل لیجئے... یا کسی بھی پوزیشن ہولڈر طالب علم یا طلبا کا تبصرہ سن لیجئے جو ہر سال الفاظ بدل بدل کر شائع ہوتے رہتے ہیں... تواتر اور تسلسل کے ساتھ ایسا اجماعی اور اتفاقی عدمِ اطمینان اور بیزار کن صورتحال دیکھنے کو ملے گی جو بجائے خود عصرِ حاضر میں ''اجماع صریح'' یا کم از کم ''اجماع سکوتی'' کی زندہ عصری مثال ہے۔

ایک طرف اس شعبے کے اکابر واصاغر، بابوں اور چھلکوں، مسٹروں اور مسزوں کے بے مثال اتفاق کا تو یہ حال ہے، دوسری طرف ہماری مدارس کی برادری کو نہ جانے سامری کے اس بچھڑے کی محبت کیوں دل میں گھر کرگئی ہے کہ جسے دیکھو ''اولی + میٹرک'' کو اپنے مدرسے کے اشتہار کے سرنامے پر لکھنا اپنا امتیاز سمجھتا ہے۔ یہ عاجز اس خطرناک ''پلس'' رجحان کے متعلق خود کچھ کہنے سے پہلے اپنے اکابر کے وہ ملفوظات جو اس ''امتزاجِ حسن'' کے بارے میں ہیں، نقل کرتا ہے، پھر چند باتیں عرض کرے گا جو تجربے سے سامنے آئیں۔ شاید کہ یہ مدارس کی برادری کے لئے ایک ایسی چیز

سے رجوع کا باعث بن جائے جس کا ہم نے اپنے ''زمانۂ جاہلیت'' میں زور وشور سے تجربہ اور چرچا کیا، لیکن غبار چھٹنے پر معلوم ہوا کہ جسے ہم نسلی گھوڑا سمجھتے تھے، وہ تو دوغلا دراز گوش تھا، کسی بھی نئے کام میں شر وفتنہ سے بچنے یا خیر وبرکت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے بڑوں کو کارگزاری سنا کر رہنمائی لینے کی عادت بنائی جائے، نیز ''استدراج'' سے بچنے کے لئے مسلسل دعا کی جائے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں محض اللہ کے فضل وکرم سے جلد ہی اس زہر ہلاہل کے جان لیوا نقصانات سے آگاہی ہوگئی اور اب ہم ہر اس شخص تک یہ بات پہنچانا اپنی شرعی ذمہ داری سمجھتے ہیں جو اس حسن میں امتزاج یا پلس میٹرک میں امتیاز کے جھانسے میں آچکا ہے۔ ابتدا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی ایک دل سوز نصیحت سے کرتے ہیں، جنہیں اہلِ فکر ونظر نے گزشتہ صدی کا مجدد کہا ہے۔

مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ:

''یہ طریق مفید ثابت نہ ہوگا بلکہ مضر ہوگا، مدرسہ میں انگریزی داخل ہونے سے خلط مبحث ہو جائے گا، اب جو کام مدرسہ میں ہو رہا ہے۔ یہ بھی نہ ہوگا۔ مدرسہ ایک معجون مرکب ہو جائے گا۔ اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ مدرسہ کو تو اپنی حالت پر رہنے دیجئے جو کام ہو رہا ہے، ہونے دیجئے اور انگریزی کے متعلق ایک درس گاہ الگ تیار کر دیجئے۔ اس کا نظم ونسق ان ہی حضرات کے ہاتھ میں رہے جو عربی کا نظم ونسق فرما رہے ہیں، دوسری جگہ پہنچ کر فارغ التحصیل طلبا کا بھی تعلیم انگریزی پانا مضرت سے خالی نہیں، ان کا یہ رنگ رہ ہی نہیں سکتا، یہاں سے الگ ہوکر ان کے جذبات کا محفوظ رہنا مشکل ہے، جس کا نتیجہ گمراہی ہوگا۔'' (تحفۃ العلما، ۲: ۱۲۷)

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کو ہمارے اکابر نے ''استاد الکل'' کا لقب دیا ہے کہ دیوبند کے گلہائے رنگا رنگ سے لدی شاخوں کی اصل انہی سے جا ملتی ہے۔ حضرت نانوتویؒ ان کے حوالے سے فرماتے ہیں:

> ''تجربہ شاہد ہے کہ جب نقد اور ادھار جمع ہوں تو ہر شخص نقد کو ترجیح دیتا ہے، ادھار پر راضی نہیں ہوتا، اب سمجھ لیجئے کہ علوم دینیہ اور تعلیم آخرت بمنزلہ ادھار کے ہے اور فنون دنیویہ بمنزلہ نقد کے ہے، جب دونوں جمع ہوں گے تو لوگوں کا میلان زیادہ نقد کی طرف ہوگا اور علوم دینیہ وآخرت مؤخر بلکہ غیر مقصود بن کر رہ جائیں گے۔'' (تحفۃ العلما، ۲: ۱۲۷)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں شیخ العرب والعجم کا لقب

دیا گیا اور جو بہار و بنگال کے اسکول و مدارس کے لئے ایک جامع تعلیمی نظام کے تجویز کنندہ تھے، وہ اسکول کے نظامِ تعلیم کو اصلاح و ترمیم کے بعد بھی اسکول تک ہی رکھنے کے قائل تھے۔ دینی مدارس میں اس مغربی نظامِ تعلیم کو جسے غلط فہمی سے جدید کہہ دیا جاتا ہے کے داخلے کو انتہائی مضر قرار دیتے تھے، ایک مضمون میں فرماتے ہیں:

''ہم کو دنیا کے واسطے مدرسے قائم کرنے، اسکول قائم کرنے اور کالجوں کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں اور خاص کر مسلمانوں کی طرف سے اس کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ حکومت وقت کی طرف سے اس کے لئے کام کیا جارہا ہے، اس کے باوجود ایسے مدرسوں یا کالجوں وغیرہ کے قیام کی طرف مسلمانوں کی توجہ بہت زیادہ ہے، مگر دینی علوم کے لئے مدارس کے قیام کی طرف ان کی توجہ نہیں، انہماک نہیں، دنیا کے علوم کے لئے کتنی کوششیں کی جاتی ہیں؟ مگر یہ بتایئے کہ روحانیت کے واسطے، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے لائحہ عمل کے واسطے دنیا کی تعلیم دینے والے اسکولوں کے مقابلہ میں کتنے مدرسے ہیں؟ ان کی تعداد مقابلتاً کتنی ہے؟ اور مسلمانوں کی آبادی کے تناسب سے ان کی تعداد اور ان میں ان کی دلچسپی کتنی ہے؟

میرے بھائیو، بزرگو! سوچو، سمجھو! اگر آپ نے اس سحر سے بچنے کی کوشش نہیں کی تو بڑی آفت میں مبتلا ہو جائیں گے، آنے والا زمانہ تاریک ہے، کوشش کیجئے اگر آپ نے دین سکھلا دیا تو پھر بچے کالج میں جائیں یا جہاں بھی جائیں ان کے پاس اسلام تو رہے گا، اسی واسطے علماء رات دن اسی فکر میں ہیں کہ دینی مدرسے ہر جگہ کھولے جائیں۔

میرے بھائیو! ہر جگہ خاص دینی مدارس کی ضرورت ہے، تاکہ وہ قیامت اور آخرت کو پہچان سکیں، اس کے بعد وہ جو چاہیں سیکھیں، دین دل میں بٹھا دیجئے انشاء اللہ وہ اس کی ہدایت پر چلتے رہیں گے اور ان کی دنیا بھی اچھی رہے گی اور آخرت بھی، تمام کو نیک توفیق عطا ہو۔ آمین الحمد للہ رب العالمین۔''

(قاضی زاہد الحسینی، چراغ محمد، سوانح حضرت شیخ الاسلام، ص: ۵۶۸ تا ۵۷۲)

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ:

مفکر اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ وہ جہان دیدہ شخصیت تھے کہ عرب وعجم میں ان کے علوم و معارف کا ڈنکا بجتا تھا، آپ کا تعلق برصغیر کے دو ممتاز دینی تعلیمی نظاموں کے نمائندگان دارالعلوم دیوبند اور ندوہ میں سے مؤخر الذکر سے تھا۔ یہ ادارہ یا نظام وجود میں ہی اس لئے آیا کہ

تعلیمی نظام میں بہتری کی چند تجاویز کو عملی شکل دی جائے۔ حضرت علی میاںؒ اس کے ممتاز ترین فرزند تھے اور بعد میں سرپرست بھی، ایک دنیا دیکھ رکھی تھی۔ حضرت نے اپنے مشہور زمانہ اصلاحی بیانات ''پاجا سراغِ زندگی'' میں دینی مدرسہ میں رہتے ہوئے دنیاوی تعلیم کے حصول یا فکر کو ''ظلمِ عظیم'' اور ''خلافِ دیانت'' قرار دیا ہے۔ (ص: ۵) اگر دنیوی تعلیم کی اہمیت اس کے پاسنگ بھی ہوتی جتنی جتائی جارہی ہے تو وہ دنیوی تعلیم کے حصول کو ذہنیت کی تبدیلی، عقائد میں تزلزل اور دین سے انحراف کا سبب قرار دیتے ہوئے درج ذیل تبصرہ نہ فرماتے:

> ''جب کوئی ایسی قوم جو متعین و محکم عقائد، مستقل فلسفۂ حیات اور مسلک زندگی، اپنی ایک مستقل تاریخ جو محض ماضی کا ایک ملبہ نہیں بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے نشانِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے اور جس کے لئے پیغمبر کی شخصیت اور اس کا زمانہ آئیڈیل کی حیثیت رکھتا ہے، جب کسی ایسی قوم یا دور کا نظام تعلیم قبول کرتی ہے، جو اساس و بنیاد اور مثال و معیار میں اس سے مختلف بلکہ اس کی ضد واقع ہوئی ہے، تو قدم قدم پر تصادم ہوتا ہے اور ایک کی تعمیر دوسرے کی تخریب اور ایک کی تصدیق دوسرے کی نفی و تردید، ایک کا احترام دوسرے کی تحقیر کے بغیر ممکن نہیں۔ ایسی حالت میں پہلے ذہنی کشمکش، پھر عقائد میں تزلزل، پھر اپنے دین سے انحراف اور قدیم افکار و اقدار کے بجائے جدید افکار و اقدار کا آنا ضروری ہے۔ کسی قسم کی خوش نیتی، ضمیر کی خلش، سرپرستوں کی خواہش، خارجی و جزائی، انتظامات اس کی رفتار کو سست اور اس کے وقوع کو موخر کر سکتے ہیں، ملتوی نہیں کر سکتے۔ یہی معاملہ مغربی نظام تعلیم کا ہے، وہ اپنی ایک روح اور اپنا ایک منفرد ضمیر رکھتا ہے جو اپنے مصنفین و مرتبین کے عقیدہ و ذہنیت کا عکاس، ہزاروں سال کے طبعی ارتقاء کا نتیجہ، اہلِ مغرب کے مسلمہ افکار و اقدار کا مجموعہ اور ان کی تعبیر ہے، یہ نظام جب کسی اسلامی ملک یا مسلمان سوسائٹی میں نافذ کیا جائے گا تو اس سے ابتداءً ذہنی کشمکش، پھر اعتقادی تزلزل، پھر ذہنی اور بعد میں (الا ماشاء اللہ) عینی ارتداد قدرتی ہے۔'' (حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ ''مغربی تعلیم کا زہر''، بحوالہ ماہنامہ ''وفاق المدارس'' ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ)

علامہ محمد اسد صاحب:

دینی تعلیم کے مراکز میں دنیوی تعلیم کے ان نقصانات پر ہمارے اکابر علماء و مشائخ کا ہی اتفاق نہیں، بعض نامور مفکرین و دانشور جنہوں نے عمر ہی اس دشت کی سیاحی میں گزار دی، اس موضوع پر دنیوی تعلیم کے فوائد گنواتے ہوئے ''رطب للسان'' نظر آتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم ایک

ایسی شخصیت کا تذکرہ کریں گے جو اسلام سے قبل یہودی المذہب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ''أولٰئک یؤتون أجرھم مرتین'' کا مصداق بنایا۔ اللہ رب العزت ان کو حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے سعادت مند رفقاء کی رفاقت نصیب کرے کہ انہوں نے ہمیں مغربی یا دنیاوی تعلیم کے نقصانات سے آگاہ کر کے خیر خواہی کا حق ادا کیا۔ اس سلیم القلب مغربی مبصر کا اسم گرامی علامہ محمد اسد تھا، ان کے ساتھ جیوش یا پولش نام "Leopopl" کا مطلب بھی وہی ہے جو اسد کا ہے۔ جناب اپنی مشہور زمانہ کتاب ''اسلام دوراہے پر'' میں فرماتے ہیں:

> ''ہم نے گزشتہ صفحات میں اس بات کی تائید میں چند اسباب و دلائل پیش کئے ہیں کہ اسلام اور مغربی تمدن جو زندگی کے دو متضاد نظریوں پر قائم ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہیں رہ سکتے۔ جب واقعہ یہ ہے تو ہم کیسے اس بات کی توقع کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی نئی نسل کی مغربی بنیادوں پر ایسی تعلیم و تربیت (جو مجموعی طور پر یورپ کے علمی و ثقافتی تجربوں اور ان کے تقاضوں پر مبنی ہے) مخالف اسلام اثرات سے مغربی ادبیات کی تعلیم کا انجام اس شکل میں جو اس وقت اکثر اسلامی اداروں میں رائج ہے، اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسلام مسلمان نوجوانوں کی نگاہ میں ایک اجنبی چیز بن جائے۔ تاریخ کی اس طرح کی تعلیم نوجوانوں کے دماغ میں اس کے علاوہ کوئی اور اثر نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ احساس کمتری میں مبتلا ہوں اور اپنی پوری ثقافت اور اپنے مخصوص تاریخی عہد کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگیں اور مستقبل میں ان کے لئے ترقی و خدمت کے جو وسیع اور روشن امکانات ہیں، ان کا انکار کرنے لگیں۔ اس طرح وہ ایک ایسی منظم تربیت حاصل کرتے ہیں، جس میں اپنے ماضی اور اپنے مستقبل کی حقارت پورے طور کارفرما ہوتی ہے۔''
>
> (Islam at the Crossroads,P:83-97)

اکبر الہ آبادی مرحوم:

غیر مسلم مغربی مبصر جو رازہائے درونِ خانہ سے گہری واقفیت رکھتے ہیں، کے بعد ہم ہر مشرق کے ان اہل نظر و فکر کی طرف آتے ہیں جن کی ملی خدمات اور خیر خواہی مسلم ہیں۔ مشہور شاعر اکبر الہ آبادی مرحوم نے دنیوی تعلیم پر بصیرت افروز حقیقت کشا تبصرے بڑے ظریفانہ انداز میں کئے ہیں اور حیرت اس پر ہے کہ ان میں سے چند بعینہٖ و بلفظہٖ درست ثابت ہوئے۔ مثلاً انہوں نے دنیوی تعلیم کے ایک بڑے نقصان کہ انسان اپنی ملت اور وطن کا تو کیا، والدین کا بھی وفادار نہیں رہتا، اپنے مفادات کا تابع اور شہوات کا غلام بن جاتا ہے، کو بیان کرتے ہوئے کہا تھا:

ہم ان تمام کتابوں کو قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ کر بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

حیرت انگیز تاریخی حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ تبصرہ سب سے پہلے مغربی تعلیم کے مروج اول سرسیّد احمد خان اور ان کے بیٹے سید محمود خان پر صادق آیا۔ بڑے خان صاحب نے بڑے چاؤ اور شوق سے ایک گھر بنایا تھا۔ چھوٹے خان صاحب نے انہیں آخری عمر میں اس سے نکال باہر کیا۔ کہتے ہوئے دل دکھتا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ خان صاحب جو پوری ہندوستانی ملت کا فائدہ صرف اور صرف مغربی تعلیم کی جلد از جلد ترویج میں سمجھتے تھے، ان کو خود اپنے فرزند ارجمند کو تعلیم دلانے کا فائدہ اتنا بھی نہ ہوا کہ اپنے گھر میں اپنے ورثأ کے درمیان حیاتِ فانی کے آخری دن گزار سکتے۔ ان کا جنازہ لاوارثوں کی طرح غیروں کے گھر سے اٹھا۔ یہ المناک روداد بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب کی زبانی ملاحظہ فرمائیے، وہ سرسیّد کے آخری ایام کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''ان کی زندگی کے آخری ایام انتہا درجے کی تلخی اور کرب والم میں گزرے، پہلا صدمہ کالج کے روپے کے غبن کا ہوا اور دوسرا اس سے بڑھ کر سید محمود کا، کثرتِ شراب نوشی نے سیّد محمود کا دماغ مختل کردیا تھا اور وہ عالم دیوانگی میں ایسی حرکات کر بیٹھتے تھے جو کسی عنوان قابلِ برداشت نہیں ہوسکتی تھیں۔ سرسیّد کو ناچار وہ گھر چھوڑنا پڑا جہاں وہ تیس سال سے مسلسل رات دن کام کرتے رہے تھے اور ایک غیر گھر میں جاکر پناہ لینی پڑی۔'' (سرسیّد احمد خان، حالاتِ وافکار، ص: ۸۵)

مولوی عبدالحق صاحب نے اس نقلِ مکانی کو گھر چھوڑنے سے تعبیر کیا ہے، لیکن میر ولایت حسین اپنی آپ بیتی میں یوں تحریر کرتے ہیں:

> ''حاجی اسماعیل خان صاحب (سرسیّد) کو اپنی چھوٹی کوٹھی میں لے گئے، سید صاحب کو بے گھر ہونے سے سخت تکلیف ہوئی تھی۔ منشی ناظر خان اور نجم الدین جو سید صاحب کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، ان کا بیان ہے کہ جس وقت سید صاحب حاجی اسماعیل خان صاحب کی کوٹھی پر پہنچے، ایک آہ کھینچی اور کہا کہ: ہائے افسوس! ہم کو کیا معلوم تھا کہ سیّد محمود آخر عمر میں ہم کو گھر سے نکال دیں گے، ورنہ کیا ہم اس قابل نہ تھے کہ اپنے لئے ایک جھونپڑی بنا لیتے؟ اس روحانی صدمے کا اثر سید صاحب پر ایسا ہوا کہ حاجی اسماعیل خان صاحب کی کوٹھی پر چند ہی دن رہنے پائے تھے کہ ان کا پیشاب بند ہوگیا۔''

(سرسیّد احمد خان ایک سیاسی مطالعہ، ص: ۳۰۶، بحوالہ حیاتِ سرسیّد، ضیاء الدین لاہوری، ص: ۳۳۶)

اکبر الہ آبادی کا ایک اور شعر مشہور ہے جس میں انہوں نے یہ سنجیدہ تاریخی حقیقت بیان کی

ہے کہ اسکول وکالج کی مروجہ تعلیم درحقیقت مشہور فرعونی نسل کش نظریۂ سیاست''**یقتلون ابناء هم ویستحیون نساء هم**'' کی ترقی یافتہ شکل ہے، شعر کچھ یوں ہے:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اس حوالے سے ان کا ایک اور شعر مشرق کی سادگی اور مغرب کی عیاری کی نقاب کشائی کرتا ہے:

مشرقی تو ہر دشمنی کو کچل دیتے ہیں
مغربی اس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں

علامہ شیخ محمد اقبالؒ:

علامہ اقبالؒ کی بلند فکری اور عمق نظری کا کون انکار کرے گا؟ انہوں نے بھی مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب کا جس گہرائی سے جائزہ لیا، اس کا خلاصہ چند مصرعوں میں پیش کردیا۔ تعجب ہے کہ ''اقبالیات'' پر پی ایچ ڈی کرنے والے مدارس پر پھر بھی نکتہ چینی اور کالج ویونیورسٹیوں کی ثنا خوانی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ تعجب ان دینی اداروں پر کیا جائے گا جو دنیوی تعلیم کے خان سامائی درجے کی میٹرک کو اپنے لئے مایۂ فخر قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ علامہ نے فرمایا کہ مغربی تعلیم مسلمانوں کے مشرقی سانچے کو شکست وریخت سے دوچار کرکے ان کی حقیقت وماہیت تبدیل کررہی ہے۔ اب کیا شک رہ جاتا ہے کہ یہ طلبا وفضلاء کی عقابی روح کا گلا گھونٹ کر انہیں''**عبد الدینار والدرهم**'' بناڈالے گی۔ یہی وجہ ہے کہ این جی اوز اس کے لئے بے تحاشہ فنڈ فراہم کررہی ہیں۔ یہ عاجز ڈیرہ غازی خان گیا تو ایک خیرخواہی فلاحی ادارے کے متعلق پتا چلا کہ اس کا مشن ہی یہی ہے کہ مدارس کا دورہ کرکے ان کو دنیویات پڑھانے والے اساتذہ، کتابیں وغیرہ مہیا کرے۔ احقر نے استفسار کیا کہ آپ کو اسپانسر کون کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: بڑے بھائی! جو امریکا میں مقیم ہیں، وہ فنڈ بھیجتے ہیں۔ مکرر استفسار کیا: انہیں کون بھیجتا ہے؟ جواب نہ دارد۔ بہرحال علامہ اقبال کو سنئے، انہوں نے تو اس مغربی نظامِ تعلیم کا زخم کھایا تھا، فرماتے ہیں:

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہوجائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

(ضربِ کلیم)

ایک اور جگہ وہ اس حقیقت کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

مباش ایمن ازاں علمے کہ خوانی
کہ ازوے روحِ قومے می تواں کشت

(ارمغانِ حجاز:۱۴۴)

حد یہ ہے کہ وہ ''دینی تعلیم'' کے نام سے لکھے گئے چند اشعار میں مغرب کے اس نظام تعلیم کو دین واخلاق کے خلاف سازش اور محکومی ومظلومی کا سبب قرار دیتے ہیں:

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف
اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف

(ضرب کلیم،ص:۸۰۷)

دنیوی تعلیم کے مجوز اوّل اور مروج اوّل:

اور واقعہ یہ ہے کہ مغربی تعلیم کے زہر اور مدارس میں اس زہرناک تعلیم کے سرایت کر جانے کے بُرے نتائج صرف ہمارے اکابر ومشائخ کی فراست اور محبِّ وطن دانشوروں کے تجربات پر ہی موقوف نہیں۔ اگر ہم اس نظامِ تعلیم کے مجوز اوّل لارڈ صاحب (جو خیر سے یہودی النسل اور یہود کے بدنام زمانہ تنظیم فری میسن کے پہلے ہندوستانی لاج کے سربراہ اور برصغیر میں گرینڈ ماسٹر تھے) اور مروجِ اول خان صاحب (جو خیر سے ''محبانِ ملت'' انگریز کے خطاب یافتہ وساختہ پرداختہ تھے) کے ارشادات عالیہ پر بھیانک نظر ڈالیں تو بھی بات کافی حد تک سمجھ آجاتی ہے کہ یہی تعلیم مغرب میں ''وطن پرست شہری'' اور ہندوستان میں ''شکم پرست ہندوستانی'' کیوں پیدا کررہی ہے؟

مشہور یہودی النسل انگریز ماہر تعلیم لارڈ میکالے ۱۸۳۵ء میں اس تعلیمی کمیٹی کے صدر تھے جو ہندوستانیوں کو جدید تعلیم مغربی زبان میں دینے کے لئے قائم کی گئی تھی۔ آنجناب نے اس تعلیم کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے کہا:

> ''بالفعل ہم کو حتی الامکان ایک ایسا فرقہ مرتب کرنا چاہئے جو مابین ہمارے اور ان کروڑہا آدمیوں کے، جن پر ہم حکمران ہیں، متوسط ہو۔ اصلی مقصد اس کالج کا یہ ہے کہ مسلمانوں میں عموماً اور بالتخصیص اعلیٰ درجہ کے مسلمان خاندانوں میں یورپین سائنسز اور لٹریچر کو رواج دے اور ایک ایسا فرقہ پیدا کرے جو ازروئے مذہب کے مسلمان اور ازروئے لون اور رنگ کے ہندوستانی ہوں

مگر باعتبارِ مذاق اور رائے وفہم کے انگریز ہوں۔'' (انتخاب مضامین انسٹیٹیوٹ گزٹ، مرتبہ اصغر عباس، اتر پردیش، اردو اکادمی لکھنؤ (۱۹۸۲ء) ص:۵۶۵ بحوالہ ضیاء الدین لاہوری، نقشِ سرسید، ص:۶۳)

فکر ونظر اور اغراض ومقاصد کی یگانگت دیکھئے کہ ''مجوزِ اوّل'' اور ''مروجِ اوّل'' کے ''سینے کا درد'' ایک تھا، جس پر الفاظ کی یکسانیت گواہ ہے۔علیگڑھ میں کالج کا سنگ بنیاد رکھنے کے موقع پر وائسرائے لارڈلٹن کو جو سپاسنامہ پیش کیا گیا، اس میں ''بانیانِ کالج کی نگاہ میں نمایاں مقاصد'' بیان کرتے ہوئے آخر میں اس کالج کے قیام کے اہم مقصد کا ذکر کیا گیا ہے:

''ہندوستان کے مسلمانوں کو سلطنت انگریزی کی لائق وکارآمد رعایا بنانا اور ان کی طبیعتوں میں اس قسم کی خیر خواہی پیدا کرنا جو ایک غیر سلطنت کی غلامانہ اطاعت سے نہیں، بلکہ عمدہ گورنمنٹ کی برکتوں کی اصل قدرشناسی سے پیدا ہوتی ہے۔من جملہ کالج کے مقاصد اہم کے یہ مقصد نہایت اہم ہے کہ یہاں کے طلبا کے دلوں میں حکومتِ برطانیہ کی برکات کا سچا اعتراف اور انگلش کیریکٹر کا نقش پیدا ہو اور اس سے خفیف سا انحراف بھی حق امانت سے انحراف کے مترادف ہے۔'' (ایڈریس اور اسپیچز متعلق ایم اے او کالج، مرتبہ: نواب محسن الملک، انسٹیٹیوٹ پریس علیگڑھ (۱۸۹۸ء) دیباچہ، ص:۲ بحوالہ ضیاء الدین لاہوری، نقش سرسید، ص:۹۶)

آخری گزارشات:

دنیوی تعلیم کے اغراض ومقاصد اور اثرات ونتائج پر ان تبصروں اور حوالوں کے بعد احقر اہلِ علم کی توجہ چند نکات کی طرف مبذول کرنے کی کوشش کرے گا، یہ سارے ''نکات'' اس ''نقطے'' کے جائزے اور تبصرے کے گرد گھومتے ہیں کہ دینی مدارس میں دنیوی تعلیم طلبا کی استعداد کو ''بہتر'' بنانے اور عصرِ حاضر کے ''رجل العصر'' بننے کی امید پر دی جارہی ہے۔آیئے ذرا ان دونوں باتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔اس میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ کسی کمزور استعداد والے کو وہ علوم وفنون استعداد فراہم کرسکتے ہیں:

۱:... جن کے پڑھنے پڑھانے والے اپنے بنیادی میدان اور اصل شعبے میں صاحبِ استعداد سمجھے جاتے ہوں۔''فاقد الشیء لایعطیه''۔

۲:... جن کی کسی دوسرے شعبے سے (جو نحیف الاستعداد ہے اور قوی الاستعداد بننے کا خواہشمند ہے) عقلی وطبعی مناسبت ہو۔

اسکول کالج کی جس تعلیم کو مدارس میں رائج کیا جارہا ہے، اس میں یہ دونوں شرطیں نہیں پائی جاتیں۔تفصیل اس اجمال کی ذیل میں ملاحظہ ہو، جو طویل تجربے اور عرق ریزی سے مرتب کی گئی ہے۔

مروجہ سرکاری دنیوی تعلیم میں تین رائج شعبے ہیں: سائنس، کامرس، آرٹس۔ ان کی درجہ بندی اسی ترتیب سے ہے، جس سے یہ ذکر ہوئے۔ ان میں سب سے کمزور اور **''لکل ساقطة لاقط''** کا مصداق تیسرا شعبہ ہے، جس کے ذریعے سے اہلِ مدارس کی استعداد کو جیک لگانے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ پہلے دونوں ''باقاعدہ طالب علم'' (Regular) کے لئے خاص ہیں۔ اس شعبے کو سب سے پھسڈی طالب علم اور سب سے سکہ غیر رائج الوقت قسم کا معلم میسر آتا ہے۔ اسکول کالج کے عرف میں آرٹس کا گریجویٹ دنیا کا تھکا ہوا غیر ترقی یافتہ اسٹوڈنٹ باور کیا جاتا ہے اور جب دنیا کسی پر اپنے دروازے بند کرے تو وہ پہلے اسکول میں ماسٹری کے لئے منتخب ہو جاتا ہے، کیا ہم اتنے گئے گزرے ہیں کہ جو چیز کسی کام کی نہ ہو، اس کے لئے ہمارے سینے کو سجاوٹ کے اعزاز سے نوازا جائے؟

پھر آرٹس کے ''میٹرک'' یا ''بی اے'' کے مضامین کو اٹھا کر دیکھ لیجئے کہ دینی علوم سے ان کی مناسبت کا تناسب کیا ہے؟ ان میں سے کون سا ایسا ہے جو اسکول کالج کے آسمان پر چاند بن کر چمک چکا کہ اب اس کی روشنی سے مدارس والوں کو تاریک راتوں میں راستہ سجھائی دے گا۔ مدارس میں درجہ اولیٰ میں داخلے کے لئے میٹرک کی شرط لگائی جاتی ہے۔ میٹرک کا ایک مضمون بھی ایسا نہیں جس کا اُولیٰ کے مضامین (صرف، نحو، عربی، تجوید) سے کوئی خاص تعلق ہو۔ لے دے کے اردو رہ جاتی ہے کہ امتحانی پرچے لکھنے میں آسانی ہوگی، لیکن یہی مقصد اُولیٰ سے پہلے یک سالہ ''تمہیدی عربی'' سے یا یک سالہ ''حفاظ عربی'' سے سو درجہ بہتر طریقے سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ طالب علم کو نحو وصرف اور عربی بھی نصف سے زیادہ آ چکی ہوتی ہے اور وہ پرچے بھی عربی میں لکھنے کی استعداد حاصل کر لے گا۔ اگر مدارس میں ''اردو ادب کی تدریس وتمرین'' کا سلسلہ جاری ہو جائے تو اسکولی استعداد کی یہ آخری دلیل بھی خود بخود اپنی حیثیت کھو بیٹھے گی۔

۲:... آرٹس کے پانچ مضامین میں جو تھوڑی بہت جان ہے، یہ بھی اس وقت بے جان ہو جاتی ہے اور چارہ گر کا سارا چارہ بے چارگی میں بدل جاتا ہے، جب اسے ریگولر کے بجائے پرائیویٹ طور پر پڑھا جاتا ہے۔ پرائیویٹ امیداروں کی حد پرواز امتحانات سے چند دن پہلے نوٹس یا پھر سوالیہ پرچہ جات کے ذریعے تیاری شروع ہوتی ہے اور امتحان ہال میں بیٹھ کر کتابچے چھاپنے پر ختم ہوتی ہے۔ دینی مدارس کے طلبا ہوں یا عوام پرائیویٹ امیدوار، ان کا کُل ''مبلغ علم'' یہی نوٹس ہوتے ہیں۔ اکثریت نے اصل کتاب کھول کر بھی نہیں دیکھی ہوگی۔ اس تناظر میں خود اس دنیوی استعداد کی مضبوطی کا جو اپنی استعداد کو بہتر بنانے کے لئے حاصل کی جارہی ہے، کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ پھر بات یہ ہے کہ ہمارے یعنی پورے عالمِ اسلام، شرق وغرب، عرب وعجم کے امیر ترین ممالک کے معیاری ترین دنیوی ادارے دنیا کی پہلی پانچ سو یونیورسٹیوں میں کہیں نہیں آتے۔ یعنی ہمارے ہاں کی ڈسٹ بن ایجوکیشن کی تو حیثیت ہی کیا، عالم اسلام کے امیر ترین ملک مل کر بھی ایک قابل ذکر

یا قابل فخر یونیورسٹی نہیں بنا سکے، جب قیمتوں کے بازار میں ان کی اپنی حیثیت یہ ہے تو وہ ہمیں کس عزت ومنصب سے سرفراز کرنا چاہتے ہیں؟

۳:... دینی اور دنیاوی علوم میں ایک بہت بڑا فرق نیت، نظریئے اور ہدف کا بھی ہے۔ دینی مدرسے میں داخلے کے وقت پہلا سبق ''رضائے الٰہی'' کے حصول کے لئے ''تصحیح نیت'' کا اور رخصت ہوتے وقت آخری نصیحت امت کی ''صلاح وفلاح'' کے لئے ''فدائیت اور فنائیت'' کی ہوتی ہے۔ دنیوی اداروں میں ابتدائی سبق پیٹ اور جسم کی ضروریات اور شہوات کو پورا کرنے اور ''اعلیٰ مستقبل'' کے لئے محنت کرنے کا اور آخری عزم زیادہ سے زیادہ سہولیات ومراعات حاصل کرکے ریٹائرڈ ہونے اور اپنے پیچھے حب الوطنی اور انسانی دوستی کی ''بے مثال و ناقابل ذکر روایات'' چھوڑ جانے کا ہوتا ہے۔ دونوں کے یہاں اخلاص وایثار اور حب جاہ ومال کا جو نظریاتی فرق ہے، وہ آخر تک ان کے کردار اور کارکردگی میں جھلکتا ہے۔ دینی مدارس کے فضلاء کا (جن کو ابھی علیگڑھ تحریک کی ہوا نہیں لگی) ذہن یہ ہوتا ہے کہ وہ جتنی زیادہ مشقت اٹھائیں گے، اتنے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوں گے، جبکہ دنیوی تعلیم یافتہ حضرات ''پہلے پیٹ پُوجا پھر کم دُوجا'' کے اصول پر عامل ہوتے ہیں۔ خطیر قومی سرمائے کے بل بوتے پر برسوں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ان کی خواہش ہوتی ہے کہ پر لگ جائیں اور وہ اڑ کر بیرون ملک کسی آنگن میں چہچہانے لگیں، آپ کو علاقے کے علاقے ایسے ملیں گے جہاں کوئی پرانا ڈاکٹر ہوگا نہ کوئی نیا میڈیکل گریجویٹ ہاؤس جاب کے لئے وہاں جانا چاہے گا، لیکن دین کے نام سے دور دراز دیہاتوں میں چھپر کے نیچے بیٹھے خدا مست فقیر ضرور مل جائیں گے، جو کچھ نہ لے کر بھی اس قوم کی متاع عزیز کی حفاظت کے لئے پہرہ دے رہے ہیں، جب مدارس میں دنیوی ڈگریوں کا چلن ہوجائے گا، تو وہاں بھی چٹائی کے بجائے کرسی، اور دال دلیے کے بجائے تنجن قورمے کا شوق پیدا ہوجائے گا اور ساری خیر وبرکت جو اس زندگی میں خلوص نیت اور زہد وقناعت کی برکت سے ہے، جاتی رہے گی۔ خدانخواستہ جب یہ متاع کارواں جاتا رہے گا تو کچھ عرصہ بعد احساس زیاں بھی رخصت ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ یہ بُرے دن دیکھنے سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

۴:... ایک بہت اہم چیز تجرباتی شواہد ہیں، جن حضرات نے خالص دینی تعلیم میں دنیاوی پچکاری کی کوشش کی، وہ طویل وجاں گسل محنت کے بعد ایک بھی ایسی مثال دینے سے قاصر وعاجز ہیں، جس کو دیکھنے والے بے اختیار اس ''حسین امتزاج'' کی افادیت کے قائل ہوجائیں، البتہ راقم فقط اپنے ذاتی مشاہدے کی بنا پر ایسے بیسیوں فاضلان گرامی سے ملاقات وانٹرویو کر چکا ہے جو اگر خالص دینی تعلیم تک محدود رہتے اور اپنے دینی مطالعے کو ترقی دیتے تو بہت اچھے داعی بن کر احیا واقامت دین کی کوششوں میں قابل قدر حصہ ڈال سکتے تھے، لیکن وہ اس ''حسین پچکاری'' کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہوگئے تو پھر کہیں کے نہ رہے ''ولا ینبئک مثل مجرب'' جن حضرات نے یہ تجربات کئے، ان کی عمر بھر کی محنت کے حاصل وصول کا تجزیہ تحلیل کیا جائے تو کھدے پہاڑ سے برآمدہ ''فویسق''

(چو ہے) سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔ جن حضرات نے دونوں طرح کی تعلیم حاصل کرکے اپنے منصب و میدان کو نہ چھوڑا، بلکہ علم وحکمت اور دعوت وتحقیق کے جھنڈے گاڑ ھے، یہ وہ لوگ تھے جو بنیادی طور پر (چٹائی اور تپائی پر دی جانے والی) خالص دینی تعلیم کی پیداوار تھی، پھر انہوں نے اپنے بنیادی نظریئے اور ذہنی ساخت پر قائم رہتے ہوئے تخصصات یا خارجی مطالعے کے ذریعے کچھ ایسی مہارتیں حاصل کیں کہ مثالی خدمات انجام دینے کے قابل ہوگئے۔ اس سے کچھ حضرات کو غلط فہمی ہوگئی کہ ان کی استعداد کا رشاید اس ''حسین امتزاج'' کی مرہون منت ہے۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ ان کی خدمات اس ''امتزاج'' کی نہیں ''استطلاع'' کے بل بوتے پر تھیں۔ یہ ''اطلاعاتی معلومات'' مہارتیں یا رویئے کچھ بھی کہہ لیں کوئی سا نام بھی دیں لیں، بعد از فراغت منتخب لوگوں کے لئے مربوط نصاب کے ذریعے مرتب ماحول میں ہونی چاہئیں۔ ان کو ''درسِ نظامی'' کے دوران مدارس میں داخل کرنا یا درس نظامی کے بعد ہر ایک کے لئے جاری کرنا خودکشی کے ہم وزن وہم پلہ قسم کی غلطی ہے۔

۵:... جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ دنیوی علوم کی دینی علوم سے خاص مناسبت نہیں ہے، چہ جائیکہ انہیں مدارس میں داخلے کے لئے لازمی شرط یا موقوف علیہ بنایا جائے۔ میٹرک سطح کی انگریزی، سائنس یا مطالعہ پاکستان پڑھنے کے بعد اُولیٰ کے طالب علم کو ''نحو وصرف'' یا علوم عربیت سے کیا مناسبت پیدا ہوسکتی ہے اور جس معیار کی تعلیم ہمارے ہاں اسکولوں میں آرٹس کے عنوان سے ہے اور اہلِ مدارس کو چاروناچار اسی تیسری قسم پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ سرخ یا گلابی تعلیم (سائنس، کامرس) کے لئے ان کے پاس وقت نہیں۔ اس سے تو اردو کی دوسطریں یا اسلامیات کی دوسورتیں ''میٹریکولیٹ'' نامی مخلوق کو نہیں آپاتیں، چہ جائیکہ دوسرے مضامین میں کوئی دسترس حاصل ہو۔ میٹرک پاس کو تو رہنے دیجئے ایک گریجویٹ بھی جب پہلے دن ''بـدان! أسعـدک الـلّـه تعالیٰ فی الـدارین'' پڑھتا ہے تو اس کے چودہ طبق روشن ہوجاتے ہیں۔ میٹرک میں دس سال لگانے سے بہت بہتر بلکہ بدرجہا بہتر ہے کہ حفظ کے دوران قرآنی عربی اور حفظ کے بعد ایک سالہ عربی کا نصاب پڑھوالیا جائے۔ اُولیٰ کے آدھے سے زیادہ مضامین حفظ بھی ہوجائیں گے اور عمر بھر کے لئے درسِ نظامی آسان اور مضبوط بھی ہوجائے گا۔ جس طرح دورۂ حدیث سے پہلے چھوٹا دورہ (موقوف علیہ) ہے، اس طرح اُولیٰ سے پہلے یہ ایک طرح کا چھوٹا اُولیٰ ہے۔ ایک فطری، طبعی اور منطقی چیز جو اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے بہترین بنیاد ثابت ہوسکتی ہے۔ اس کے مقابلے میں دو متقابل یا متضاد نظامِ تعلیم میں سے ایک کو دوسرے کی بنیاد یا شرط بنانا جتنا غیر فطری ہے، اتنا ہی اپنی میراث اور اکابر کے طرزِ عمل یا تاریخ کی نفری کے مترادف بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے اور اپنے اکابر کے طرزِ عمل اور ان کے دامن سے وابستہ رہتے ہوئے اس امانت کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ رب العزت کے فضل سے ہمارے پاس ''تراث الخیر'' کے طور پر محفوظ چلی آرہی ہے اور ان شاء اللہ قیام تک محفوظ رہے گی۔ ☆

(بشکریہ: ماہنامہ ''وفاق المدارس'' شعبان ۱۴۳۳ھ، ملتان)

اقوالِ زریں امام غزالیؒ

مولانا عطاء الرحمٰن، ڈیرہ اسماعیل خان

(۳)

حضرت امام غزالیؒ قدس سرہ کا اپنے شاگرد کو خط کا جواب اور امام الزاہدین، سراج السالکین حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے کئے گئے اُس کے ترجمہ سے انتخاب۔

۱۲......دربارِ نبوت میں نمازِ تہجد کی قدر و قیمت:

۱......آپ ﷺ کی مجلس میں ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''عبداللہ اچھا آدمی ہے، کاش کہ وہ نماز تہجد پڑھتا''۔ تو اس کے بعد عبداللہ ابن عمرؓ نے تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑی''۔ (ساٹھ حج اور ایک ہزار عمرے ادا کئے، ۷۳ ہجری میں انتقال ہوا)

۲......آپ ﷺ نے ایک صحابیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ''رات کو زیادہ نہ سویا کرو، کیونکہ کہ رات کو زیادہ نیند کرنے والا قیامت کے دن خالی ہاتھ ہوگا''۔

قرآن کریم میں نماز تہجد کا حکم ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل:۷۹) ''اللہ تعالیٰ کے نیک بندے سحری کے وقت اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتے ہیں''۔ (الذاریات:۱۸) 'اور سحری کے وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگنے والے ہیں''۔ (آل عمران:۱۷)

۳......رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کو تین آوازیں بہت پسند ہیں: ۱...... مرغِ سحر کی آواز، ۲......قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کی آواز، ۳......سحَری کے وقت گناہوں سے معافی مانگنے والے کی آواز۔

۱۳......شب خیزوں کی تین قسمیں:

۱......اللہ تعالیٰ سحری کے وقت ایک ہوا چلاتے ہیں جو ذاکرین کے ذکر اور مستغفرین کے

استغفار کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتی ہے۔ (حضرت سفیان ثوریؒ)

۲......رات کو عرشِ معلیٰ کے نیچے سے ایک فرشتہ صدا لگاتا ہے کہ عبادت گزاروں کو اب اٹھنا چاہئے، وہ بستر سے اُٹھ کر عبادت میں مصروف ہوجاتے ہیں، پھر آدھی رات کو صدا لگاتا ہے کہ فرمانبرداروں کو اب اٹھنا چاہئے، چنانچہ خوش نصیب اٹھ کر سحری تک یادالٰہی میں مصروف رہتے ہیں، پھر سحری کے وقت صدا لگاتا ہے کہ گناہ معاف کرانے والوں کو اب اٹھنا چاہئے، چنانچہ وہ خوش بخت اٹھ کر اپنے گناہ معاف کرانے میں لگ جاتے ہیں، جب صبح طلوع ہوتی ہے، تو پھر صدا لگاتا ہے کہ اب غافلوں کو جاگنا چاہئے، تو کچھ لوگ اپنے بستروں سے اس طرح اٹھتے ہیں جس طرح مردے قبروں سے اٹھیں گے۔

۳......حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ مرغ تجھ سے عقل مند نہیں ہونا چاہئے کہ وہ تو سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرے اور تو نیند کرتا رہے۔

۴......کسی شاعر نے خوب کہا ہے، ترجمہ: ''رات کا ایک حصہ گزر چکا تھا کہ شاخ پر بیٹھی ہوئی کبوتری نے عاشقانہ آہ و بکا کی اور میں سویا ہوا تھا، مجھے رب کعبہ کی قسم! اگر میں عشق الٰہی میں سچا ہوتا تو فراق میں رونے والی کبوتری مجھ سے سبقت نہ لے جاتی، تیرا تو یہ دعویٰ ہے کہ میں اپنے رب کا سچا عاشق ہوں، مگر حال یہ ہے کہ تو اس کے فراق میں نہیں روتا اور حیوان روتے ہیں''۔

۱۴......سارے علم کا جوہر اور خلاصہ:

۱:....سارے علم کا جوہر اور خلاصہ یہ ہے کہ اطاعت اور عبادت شارع علیہ السلام کی پیروی کا نام ہے، جس کام کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے، اس کا کرنا اور جس کام سے روکا ہے، اس کا نہ کرنا یہی عبادت ہے، مثلاً ایام تشریق کے روزے رکھنا، روزہ رکھنا اگرچہ عبادت ہے، مگر ان ایام میں روزہ رکھنے سے شارع علیہ السلام نے روکا ہے، اس لئے ان ایام میں روزہ رکھنا گناہ ہوگا، اسی طرح کسی سے چھینے ہوئے کپڑے میں نماز ادا کرنا بظاہر عبادت ہے، مگر گناہ گار ہوگا۔

۲:....قول وعمل کا شریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے، جو علم اور عمل شریعت کی پیروی کے خلاف ہوگا، وہ گمراہی ہوگا۔

۳:....شریعت کی اتباع کا راستہ مجاہدۂ نفس اور خواہشاتِ نفسانی کے پامال کرنے ہی سے طے ہوتا ہے، جو دل خواہشاتِ نفسانی کا شکار ہو اور جو زبان بے لگام ہو، یہ بدبختی کی نشانی ہے، جب تک اپنے نفس کو مجاہدہ سے رام نہ کیا جائے، اس وقت تک دل انوارِ معرفت سے زندہ نہیں ہوسکتا۔

۱۵......سالک کے چار ضروری کام:

پہلی بات یہ ہے کہ صحیح العقیدہ سنی ہو، بدعتی نہ ہو، دوسری بات یہ کہ راہِ سلوک پر قدم

رکھتے ہوئے تمام گناہوں سے سچی توبہ کرے کہ پھر ان گناہوں کا ارتکاب نہ ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ حقوق العباد سے بریٔ الذمہ ہوجائے، یعنی جس کسی کا حق دبایا ہو، وہ ادا کرے اور اس سے معافی مانگ کر اس کو راضی کرے۔ چوتھی بات یہ کہ ضروری احکام کا علم حاصل کرے اور جن علوم کا تعلق آخرت سے ہے، وہ حاصل کرے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

انہوں نے چار سو اساتذہ کی خدمت کی اور چار ہزار احادیث کا علم حاصل کیا۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے صرف ایک حدیث کو مشعل راہ بنایا اور راہ ہدایت کو پالیا۔ اس حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے: ''دنیا کی زندگی کے لئے اتنی محنت کر جتنا تو نے دنیا میں رہنا ہے اور اپنی آخرت کے لئے اتنی محنت کر جتنا تو نے وہاں رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اتنا عمل کر جتنا تو اس کا محتاج ہے اور دوزخ کی آگ کے لئے اتنا کر جتنا تو برداشت کرسکے''۔

۱۶......تعلیماتِ آسمانی کا خلاصہ:

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید خاص حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دن پوچھا کہ: تم میرے پاس تیس سال سے قیام پذیر ہو، یہ تو بتاؤ: تم نے یہاں سے کیا حاصل کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ: حضرت! میں نے جناب والا سے آٹھ ایسی باتیں حاصل کی ہیں، جو میرے خیال میں میری نجات کے لئے کافی ہیں:

۱...... میں نے دیکھا ہر انسان کو کئی چیزوں کے ساتھ محنت اور عشق ہے، مگر ان میں سے اکثر چیزیں تو زندگی تک وفا کرتی ہیں اور کچھ قبر تک ساتھ جاتی ہیں، البتہ صرف ایک چیز قبر میں ساتھ جاتی ہے اور وہ انسان کے نیک اعمال ہیں، تو میں نے نیک اعمال کو اپنے لئے محبوب بنالیا ہے۔

۲...... میں نے دیکھا کہ لوگ خواہشاتِ نفسانی حاصل کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کررہے ہیں اور رات دن اس کی تکمیل میں سرگرم رہتے ہیں۔ میں نے ایسی زندگی کو قرآنی تعلیم کے معیار پر پرکھ کر دیکھا تو مجھے ایک آیت نظر آئی: ''جو اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی سے روکتا رہا تو یقیناً اس کی آرام گاہ جنت ہوگی''۔ (النازعات:۴۰) چنانچہ میں نے نفس کی بہت زیادہ مخالفت کی، حتی کہ اب وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار ہوگیا۔

۳...... میں نے دیکھا کہ لوگ دنیا کا مال جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، تو مجھے قرآن مجید کی یہ آیت نظر آئی: ''جو کچھ تمہارے پاس ہے یہ سب ختم ہوجائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھیجو گے، وہ باقی رہے گا''۔ (النحل:۹۶) تو میں نے اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے غریب اور نادار لوگوں میں

تقسیم کردیا، تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میری نجات کے لئے ذخیرہ ہوجائے۔

۴..... میں نے دیکھا کہ لوگوں نے اپنی عزت اور مقام کے لئے قوم وقبیلہ کو ذریعہ بنایا ہے، کوئی مال واولاد کی کثرت پر نازاں ہے، کسی نے ظلم وجبر اور تشدد کو اپنی عزت اور فخر کا ذریعہ بنایا ہے، تو مجھے یہ آیت نظر آئی کہ: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے''۔ (الحجرات:۱۳) تو میں نے باقی سب چیزوں کو چھوڑ کر تقویٰ کو اختیار کرلیا۔

۵..... میں نے دیکھا کہ لوگ فانی عزت اور جاہ ومرتبہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرتے ہیں، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی حکم اور اس کی عطا ہے اور حسد کرنے والا اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور فیصلہ پر ناراض ہوتا ہے، جو کہ گناہ ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: ''ہم نے ان کے درمیان ان کی معاش تقسیم کی دنیا کی زندگی میں''۔ (زخرف:۳۲) تو میں نے کسی سے بھی حسد کرنا چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہوگیا۔

۶..... میں نے دیکھا لوگوں میں ذاتی اغراض کے لئے عداوت اور دشمنی پائی جاتی ہے، حالانکہ سب مسلمان آپس میں دینی اعتبار سے بھائی بھائی ہیں، اور ہم سب کا بڑا اور کھلا دشمن شیطان ہے، جیسا کہ ارشادربانی ہے کہ: ''شیطان تم سب کا دشمن ہے، اس لئے اس کو تم سب اپنا دشمن سمجھو''۔ (فاطر:۶) اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کے بغیر کسی کے ساتھ بھی دشمنی کرنا درست نہیں، اس لئے میں نے سب انسانوں سے دشمنی کرنا چھوڑ دی۔

۷..... میں نے دیکھا ہر ایک رزق کی تلاش میں اس قدر سرگرم ہے کہ حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتا، بلکہ جہاں سے، جو بھی، جس طرح ملے، لینے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور اس کے لئے ہر طرح کی ذلت ورسوائی برداشت کرتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''اور زمین پر جو بھی چلنے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا رزق اپنی رحمت کے ساتھ اپنے ذمہ لے لیا ہے''۔ (ہود:۶) تو میں نے مخلوقات کے دروازوں سے بھیک مانگنا چھوڑ دیا اور اپنے رازق، مالک وخالق کے دروازہ پر عبادت کے ساتھ حاضر ہوتا رہا۔

۸..... میں نے دیکھا ہر ایک انسان کا اعتماد کسی نہ کسی فانی چیز پر ہے، کسی کا اعتماد اور بھروسہ اپنے علم وفن پر ہے تو کسی کا مال ودولت پر ہے اور کسی کا حکومت اور سلطنت پر، مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ پر تو وہ اس کو کافی ہے''۔ (طلاق:۳) تو میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کو اختیار کرلیا کہ وہی میرے کاموں کے لئے کافی ہے اور سب سے اچھا کارساز ہے۔ تو حضرت شقیق بلخیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید میں اور سب آسمانی کتابوں میں غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ سب آسمانی تعلیمات کا خلاصہ اور جوہر یہی آٹھ چیزیں ہیں، جس نے ان پر عمل کیا، تو گویا اس نے تمام آسمانی تعلیمات پر عمل کیا۔ (جاری ہے)

تصویر کی حرمت قرآن وسنت کی روشنی میں

جناب سخی داد خوستی صاحب

(۳)

۱۱.....عن عائشةؓ أنها قالت: واعد رسول الله ﷺ جبريل عليه السلام في ساعة يأتيه فيها، فجاء ت تلک الساعة ولم يأته وفي يده عصا فألقاها من يده وقال: ما يخلف الله وعده ولا رسله، ثم التفت فإذا هو جرو كلب تحت سرير فقال: يا عائشة! متىٰ دخل هذا الكلب ههنا؟ فقالت: والله ما دريت، فأمر به فأخرج، فجاء جبريل عليه السلام فقال رسول الله ﷺ: واعدتني فجلست لک، فلم تأت؟ فقال: منعني الكلب الذي كان في بيتک، إنا لاندخل بيتا فيه كلب ولاصورة" (مسلم ج:۲،ص:۱۹۹)

ترجمہ:۔" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: ایک دفعہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے ایک مخصوص گھڑی میں آنے کا وعدہ کیا، پس وہ گھڑی گذر گئی، مگر حضرت جبریل علیہ السلام تشریف نہیں لائے، رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، آپ ﷺ نے اس کو پھینک دیا اور فرمایا کہ: اللہ اور اس کے پیغامبر (قاصد یعنی جبریلؑ) کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے چارپائی کے نیچے کتے کا بچہ دیکھا، آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ: یہ کتے کا بچہ یہاں کب گھسا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ: مجھے تو نہیں معلوم کہ کب گھسا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو باہر نکالنے کا حکم دیا، چنانچہ اس کو نکال دیا، اس کے بعد جبریل علیہ السلام تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میں آپ کے لئے انتظار میں بیٹھا رہا، مگر آپ موعود وقت پر تشریف نہیں لائے، حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے موعود وقت پر آنے سے اس کتے نے روکا، جو آپ کے گھر میں تھا، کیونکہ ہم اس گھر میں

داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویر''۔

۱۲۔۔۔۔۔عن عبد الله بن عباسؓ قال: أخبرتني ميمونةؓ أن رسول الله ﷺ أصبح يوما واجما فقالت ميمونةؓ: يا رسول الله! لقد استنكرت هيئتك منذ اليوم، قال رسول الله ﷺ: إن جبريل وعدني أن يلقاني الليلة فلم يلقني، أما والله ما أخلفني، قال: فظل رسول الله ﷺ يومه ذلك على ذلك، ثم وقع في نفسه جرو كلب تحت فسطاط لنا، فأمر به فأخرج، ثم أخذ بيده ماء فنضح مكانه، فلما أمسى لقيه جبريل عليه السلام، فقال: قد كنت وعدتني أن تلقاني البارحة؟ قال: أجل ولكنا لاندخل بيتا فيه كلب ولاصورة، فأصبح رسول الله ﷺ يومئذ فأمر بقتل الكلاب حتى أنه يأمر بقتل كلب الحائط الصغير ويترك كلب الحائط الكبير". (مسلم، ج:۲،ص:۱۹۹)

ترجمہ:۔''حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ: مجھے حضرت میمونہؓ نے بتایا کہ: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ایسی حالت میں صبح کی کہ آپ غمگین تھے۔حضرت میمونہؓ نے پوچھا کہ آج آپ کے چہرے سے پریشانی معلوم ہوتی ہے (اس کی وجہ کیا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ: حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے ساتھ اسی رات میں ملاقات کا وعدہ کیا تھا، مگر انہوں نے ملاقات نہیں کی، اللہ کی قسم! حضرت جبریل علیہ السلام نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی ہے۔حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: یہ دن تو رسول اللہ ﷺ پر ایسا ہی گذر گیا، پھر آپ ﷺ کو خیال آیا کہ اس کی وجہ یہ کتے کا بچہ نہ ہو، جو ہمارے خیمے کے نیچے پڑا ہے، آپ ﷺ نے اسے نکالنے کا حکم فرمایا تو اس کو نکال دیا گیا، پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پانی لے کر اس جگہ کو دھولیا، جب شام ہوگئی تو حضرت جبریل علیہ السلام ملاقات کے لئے تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: آپ نے تو کل رات مجھ سے ملاقات کرنے کا وعدہ کیا تھا؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: جی ہاں! مگر ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویر۔تو رسول اللہ ﷺ نے اُسی دن سے کتے مارنے کا حکم دیا، یہاں تک کہ چھوٹے باغیچے کا کتا مارنے اور بڑے باغیچے کا کتا چھوڑنے کا حکم دیا''۔

۱۳۔''عن عليؓ قال: صنعت طعاما، فدعوت النبي ﷺ، فجاء فدخل، فرأى ستراً فيه تصاوير، فخرج وقال: إن الملائكة لاتدخل بيتاً فيه

تصاویر". (سنن نسائی، ج:۲، ص:۲۹۹)

ترجمہ:۔" حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ: میں نے کھانا تیار کیا، پھر اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کو بلایا تو آپ ﷺ تشریف لائے، ہمارے گھر میں داخل ہوئے، پس آپ ﷺ نے ایک پردہ دیکھا جس میں تصویریں تھیں، آپ ﷺ واپس نکل گئے اور فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں"۔

۱۴......عن علیؓ عن النبی ﷺ قال: لاتدخل الملائکة بیتا فیه صورة ولاکلب ولاجنب". (ابوداؤد، ج:۲، ص:۲۱۸)

ترجمہ:۔" حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویر، کتا یا جنبی آدمی ہو"۔

۱۵:۔"عن أبی هریرةؓ قال: استأذن جبریل علیه السلام علی النبی ﷺ فقال: ادخل، فقال کیف أدخل؟ وفی بیتک ستر فیه تصاویر، فإما أن تقطع رؤوسها أو تجعل بساطا یوطأ، فإن معشر الملائکة لاتدخل بیتا فیه تصاویر". (نسائی، ج:۲، ص:۳۰۱)

ترجمہ:۔" حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: داخل ہوجاؤ، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ: میں کیسے داخل ہوجاؤں؟ جبکہ آپ کے گھر میں ایسا پردہ ہے، جس میں تصویریں ہیں یا تو ان تصویروں کے سروں کو کاٹ لیں یا اس سے بچھونا بنائیں، تاکہ اسے پاؤں سے روندا جائے۔ ہم فرشتوں کی جماعت ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں"۔

۱۶......عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: أتانی جبریل، فقال لی: أتیتک البارحة، فلم یمنعنی أن أکون دخلت إلا أنه کان علی الباب تماثیل وکان فی البیت قِرام ستر فیه تماثیل وکان فی البیت کلب فمر برأس التمثال الذی فی البیت یقطع فیسیر کهیئة الشجرة ومُرُ بالستر فلیقطع فلیجعل وسادتین منبوذتین توطئان ومُرُ بالکلب فلیخرج ففعل رسول الله ﷺ". (ابوداؤد ج:۲، ص:۲۱۸)

ترجمہ:۔" حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے، مجھے کہا کہ: میں گذشتہ رات کو آپ

کے پاس آیا، پس آپ کے پاس آنے سے مجھے اور کسی چیز نے منع نہیں کیا، بجز اس کے کہ آپ کے دروازے پر تصویریں تھیں اور گھر میں ایک پردہ تھا جس میں تصویریں تھیں اور گھر میں کتا تھا تو آپ دروازے والی تصویروں کے سر مٹانے کا حکم دیں، تاکہ وہ درخت کی طرح بن جائے اور پردے کے پھاڑنے اور اس سے دوسرا نے بنانے اور اسے پامال کرنے کا حکم دیں اور کتا گھر سے نکالنے کا حکم دیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سارے احکامات جاری فرمائے''۔

۱۷: ''عن عمران بن حطانؓ أن عائشةؓ حدثته: أن النبی ﷺ لم یکن یترک فی بیته شیئاً فیه تصالیب إلا نقضه''. (بخاری ج،ص:۸۸۰)

ترجمہ:۔''حضرت عمران بن حطانؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس کو بتایا کہ: رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز جس پر صلیب کی شکل بنائی گئی ہو، بغیر توڑے نہیں چھوڑتے''۔

۱۸: ''عن عون بن جحیفة عن أبیه یحدثه: أن النبی ﷺ نهی عن الدم وثمن الکلب وکسب البغی ولعن آکل الربوٰ وموکله والواشمة والمستوشمة والمصور''۔ (بخاری ج،ص:۸۸۱)

ترجمہ:۔''حضرت جحیفہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خون، کتے کی قیمت کو اور زنا کار عورت کی کمائی کو ناجائز قرار دیا اور سود کھانے والے، کھلانے والے، گودنے والی اور گودوانے والی اور تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی''۔

۱۹: ''عن عائشةؓ أن أم سلمةؓ ذکرت لرسول الله ﷺ کنیسة رأتها بأرض الحبشة یقال لها ماریة، فذکرت له مارأت فیها من الصور، فقال رسول الله ﷺ: اولئک قوم إذا مات فیهم العبد الصالح أو الرجل الصالح بنوا علی قبره مسجداً وصوّروا فیه تلک الصور، أولئک شرار الخلق عند الله''۔ (بخاری ج،ص:۶۲ مسلم ج:۱،ص:۲۰۰ واللفظ للبخاری)

ترجمہ:۔''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک کلیسا کا تذکرہ کیا جو انہوں نے ملک حبشہ میں دیکھا تھا، جس کو ماریہ کہا جاتا تھا۔ پھر ام سلمہؓ نے ان تصویروں کا تذکرہ کیا، جو اس کلیسا میں انہوں نے دیکھیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ قوم ہے کہ جب کوئی نیک بندہ یا یہ فرمایا کوئی نیک مرد مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں

تصویریں بناتے، یہ وہی تصویریں ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری مخلوق میں سے شریر ہیں''۔

۲۰:''۔عن أبی الهیاج الأسدی قال: قال لی علیؓ ألا أبعثک علی ما بعثنی رسول الله ﷺ؟ أن لاتدع تمثالا إلا طمسته ولاقبراً مشرفا إلا سویته''۔ (مسلم، ج:۱، ص:۳۱۲)

ترجمہ:۔''حضرت ابوالہیاج اسدیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کام کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا؟ (اور وہ کام یہ ہے) کہ تم کوئی تصویر مٹائے بغیر نہ چھوڑو اور کوئی اونچی قبر شریعت کے مطابق ہموار کئے بغیر نہ چھوڑو''۔

۲۱:''۔عن جابرؓ أن النبی ﷺ أمر عمر بن الخطاب زمن الفتح وهو بالبطحاء أن یأتی الکعبة فیمحو کل صورة فیها فلم یدخلها النبی ﷺ حتی محیت کل صورة فیها''۔ (ابوداود، ج:۲، ص:۲۱۹)

ترجمہ:۔''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر جبکہ وہ بطحاء میں تھے، حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ آپ کعبہ شریف کو تشریف لے جائیں اور اس میں جتنی تصویریں ہیں، اُن کو مٹادو تو رسول اللہ ﷺ اس وقت تک کعبہ میں داخل نہیں ہوئے، جب تک اس میں ساری تصویریں نہ مٹائی گئیں''۔

۲۲......عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: یخرج عنق من النار یوم القیامة، له عینان تبصران وأذنان تسمعان ولسان ینطق یقول: إنی وکلت بثلثة بکل جبار عنید وبکل من دعا مع الله إلٰهاً اٰخر وبالمصورین''. (ترمذی، ج:۲، ص:۷۵)

ترجمہ:۔''حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی، اس کی دو آنکھیں ہوں گی، جس سے وہ دیکھے گی اور دو کان ہوں گے، جس سے وہ سنے گی اور ایک زبان ہوگی، جس سے وہ بولے گی۔ وہ کہے گی کہ: میں تین قسم کے لوگوں پر مسلط ہوں (یعنی مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ان تین قسم کے لوگوں کو میدان محشر سے اٹھا کر جہنم میں پھینک دوں) ایک ہر متکبر، ضدی پر، دوم ہر اس آدمی پر جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے الٰہ کو بھی پکارا تھا، سوم تصویریں بنانے والوں پر''۔

۲۳:’’۔عن جابرؓ قال: نهی رسول الله ﷺ عن الصورة فی البیت ونهی أن یصنع ذلک‘‘.

ترجمہ:۔’’حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تصویر کو گھر میں رکھنے سے منع فرمایا: اسی طرح بنانے سے بھی ممانعت فرمائی‘‘۔

۲۴:۔’’عن أبی أمامة أن امرأة أتت النبی ﷺ فأخبرته أن زوجها فی بعض المغازی، فاستأذنته أن تصور فی بیتها نخلة فمنعها أو نهاها‘‘ (ابن ماجہ،ص:۲۶۰)

ترجمہ:۔’’حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: میرا شوہر کسی غزوہ میں ہے، پھر اس نے آپ ﷺ سے اس بات کی اجازت مانگی کہ وہ اپنے گھر میں کھجور کے درخت کی تصویر بنائے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کردیا‘‘۔

۲۵:۔’’عن أسامةؓ بن زید عن النبی ﷺ أنه دخل الکعبة فرأی فیها صورة فأمرنی فأتیته بدلو فجعل یضرب به الصور یقول: قاتل الله قوما یصورون مالایخلقون‘‘. (طحاوی، ج:۲،ص:۴۰۰)

ترجمہ:۔’’حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں تصویر کو دیکھا، آپ ﷺ نے مجھے (پانی لانے کا) حکم دیا تو میں ایک ڈول پانی سے بھرا ہوا لایا، آپ ﷺ اس پانی کو ان تصویروں پر پھینکتے ہوئے یہ فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو تباہ کرے جو ایسی چیزوں کی تصویریں بناتی ہے جنہیں پیدا نہیں کرسکتے‘‘۔

۲۶:’’۔عن انسؓ قال: کان قرام لعائشةؓ سترت به جانب بیتها فقال لها النبی ﷺ: أمیطی عنی فإنه لایزال تصاویره تعرض لی فی صلاتی‘‘. (بخاری،ص:۸۸۱)

ترجمہ:۔’’حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کا ایک پردہ تھا جس سے انہوں نے اپنے گھر کے ایک حصہ کو ڈھکا ہوا تھا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: یہ پردہ میرے پاس سے دور کردو، کیونکہ اس کی تصویریں میری نماز میں مخل ہوتی ہیں‘‘۔

فوائد:

فائدہ:۱...... حدیث نمبر ایک میں تصویر بنانے والوں کے متعلق جو’’أشد الناس عذاباً یوم القیامة‘‘ آیا ہے، یہ حدیث اس آیت کے منافی نہیں ہے، جس میں فرمایا ہے’’أدخلوا آل فرعون أشد العذاب‘‘۔ (الغافر:۴۶) کیونکہ سخت ترین عذاب آل فرعون کے ساتھ خاص نہیں ہے،

بلکہ آیت کا مقصد یہ ہے ''فی العذاب'' یعنی آل فرعون سخت عذاب میں ہوں گے تو سخت عذاب میں دیگر لوگ بھی ان کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں، جن میں تصویر بنانے والے بھی ہیں۔ اور اس پر یہ اشکال بھی وارد نہیں کرنا چاہئے کہ آل فرعون تو کافر ہیں اور مصورین فاسق ہیں تو کافر اور فاسق عذاب میں برابر ہو گئے؟ کیونکہ تصویر بنانا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ والے اور کافر عذاب میں برابر ہو سکتے ہیں، اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، البتہ فرق خلود و غیر خلود میں ہے۔ (عمدۃ القاری، ج:۱۵، ص:۱۲۴)

فائدہ: ۲...... حدیث نمبر: ۲، ۵، ۶ میں ہے کہ قیامت کے دن تصویر سازوں کو کہا جائے گا کہ تم نے جو تصویریں بنائی ہیں ان کو زندہ کرو، ان میں روح پھونکو، یہ اللہ تعالیٰ کا امر تہدیدی ہے، یعنی ان کو یہ کہنا بطور سزا ہوگا کہ جب تم نے ہماری صفت تخلیق وتصویر کی نقالی کر کے عملی طور پر اپنے خالق ومصور ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو اب اس دعوے کو ثابت کر کے دکھاؤ، وہ اس طرح کہ اس میں روح ڈالو اور یہ تو ظاہر ہے کہ بے جان میں جان ڈالنا نہ دنیا میں کسی کی قدرت میں ہے، نہ آخرت میں ہوگا۔

اور ان احادیث سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جس تصویر سازی کی حرمت احادیث میں بیان ہوئی ہے، اس سے مراد جاندار (ذی روح) چیزوں کی تصویر ہے، بے جان چیزیں جیسے پہاڑ، درخت، مکان، سائیکل، موٹر وغیرہ کی تصویر بنانا اس حکم میں داخل نہیں ہے، جیسے کہ اس بات کی تصریح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت (یعنی حدیث نمبر: ۷) میں ہوئی ہے۔ اگرچہ ہر چیز کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے، خواہ جاندار ہو یا بے جان، مگر مادی چیزوں کی صنعت کاری میں انسان کا بھی کچھ نہ کچھ دخل ہے، بخلاف جاندار چیزوں کے کہ ان کے زندہ پیدا کرنے میں کسی کے شریک ہونے کا وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا، اس لئے جاندار کی تصویر سازی کو حرام قرار دیا اور بے جان کی تصویر سازی کو مباح۔

فائدہ: ۳...... حدیث نمبر: ۴ میں حضرت عائشہؓ نے جو یہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر سے تشریف لائے، اس سفر سے کونسا سفر مراد ہے؟ علامہ عینیؒ نے بیہقیؒ کے حوالہ سے غزوہ تبوک بیان کیا ہے اور بحوالہ ابوداؤد و نسائی کے غزوہ تبوک یا خیبر شک کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ''قرام'' منقش کپڑے کو کہا جاتا ہے، جس سے پردے اور فرش بنائے جاتے ہیں۔ ''سھو'' اس طاق اور کمرے کو کہا جاتا ہے، جو سامان رکھنے کے لئے دیوار کے اندر بنایا جاتا ہے۔ ''تماثیل'' جمع ہے ''تمثال'' کی اور تمثال تصویر کو کہا جاتا ہے، پھر تمثال اور تصویر میں یہ فرق ہے کہ تمثال عام ہے، اس کا اطلاق حیوانات و جمادات سب پر ہوتا ہے، جبکہ تصویر کا اطلاق صرف حیوانات پر ہوتا ہے۔ نیز ''تمثال'' مجسمہ (مورتی) اور عکس (فوٹو) کو کہتے ہیں اور تصویر صرف دیوار، کاغذ، کپڑے وغیرہ پر

رنگ سے بنی ہوئی صورت (عکس فوٹو) کو کہتے ہیں، یہاں اس حدیث میں تماثیل سے مراد تصاویر ہیں۔ (عمدۃ القاری، ج:۱۵،ص:۱۲۷)

فائدہ:۴..... حدیث نمبر:۸ میں حضرت عائشہؓ نے جب رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ناراضگی کے آثار دیکھے تو پہلے یہ عرض کیا کہ میں تو بہ کرتی ہوں، بعد میں پوچھا کہ میرا گناہ کیا ہے؟ یہ انتہائی حسن ادب ہے، آج تو کوئی جان نثار خادم بھی یہ ادب نہیں جانتا، وہ پہلے جرم پوچھتا ہے، پھر جرم کو الزام ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، جب اس پر وہ جرم یقیناً ثابت ہوجائے، اس کے بعد معذرت چاہتا ہے، مگر حضرت عائشہؓ نے جرم جاننے سے پہلے توبہ کرلی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جاندار کی ہر قسم کی تصویر خواہ کپڑے کے اندر بنائی گئی ہو یا کپڑے و دیوار پر سیاہی سے بنائی گئی ہو یا پتھر ولکڑی میں کندہ کی گئی ہو، خواہ اس کا سایہ ہو یا نہ ہو، ہر صورت میں بنانا، گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔ (عمدۃ القاری، ج:۱۵،ص:۱۲۸)

فائدہ:۵..... حدیث نمبر:۸ سے لے کر حدیث نمبر:۱۴ تک ان نو احادیث میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ: ''فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو''۔ ان احادیث میں ''بیت'' سے مراد انسان کی رہنے کی جگہ ہے، خواہ کمرہ ہو یا خیمہ یا غار وغیرہ ہو۔ اس مضمون سے مقصود مسلمانوں کو یہ ہدایت دینا ہے کہ اپنے گھروں کو ایسی منحوس چیزوں سے پاک رکھیں جن سے فرشتے نفرت کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کپڑے کو پھاڑ دیا یا ہٹانے کا حکم دیا جس میں تصویریں تھیں، نیز کتے کو گھر سے نکالنے کا حکم دیا اور اس جگہ کو دھو ڈالا۔

اب ان احادیث میں تین باتیں غور طلب ہیں:

پہلی بات: یہ کہ جس مکان میں تصویر یا کتا ہو، اس میں ہر قسم کے فرشتے داخل نہیں ہوتے یا خاص قسم کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ احادیث میں مطلق ملائکہ کا لفظ آیا ہے اور اسی اطلاق کی بناء پر بعض علماء کا یہی مذہب ہے کہ اس حکم میں ہر قسم کے فرشتے داخل ہیں، مگر جمہور محققین علماء کی تحقیق یہ ہے کہ ''کراماً کاتبین'' اور انسان کی حفاظت پر مامور فرشتے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ ان کے متعلق احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ وہ کسی وقت بھی انسان سے جدا نہیں ہوتے بغیر تین اوقات کے، ایک پاخانہ میں، دوسرے بیوی کے ساتھ ہمبستری کرتے وقت، تیسرے غسل کرتے وقت۔

(جاری ہے)

مفسر قرآن حضرت مولانا اسلم شیخوپوری شہیدؒ

چند یادیں، چند باتیں

مفتی عبداللہ حسن زئی
دارالافتاء ختم نبوت، کراچی

مفسر قرآن شہید مظلوم حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہیدؒ کی جدائی اور شہادت سے دل ودماغ ایسے ماؤف ہو چکے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے احساسات کا اظہار کیسے کروں؟ اور دل ودماغ کی کیفیت کس طرح بیان کروں؟ بلاشبہ آپ اس دور کے عظیم انسان، عالم ربانی تھے، اللہ رب العزت نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا: عقل ودانش، فہم وفراست، صلاح وتقویٰ، اخلاص وللّٰہیت، اخلاق ومروت وغیرہ جیسے اوصاف جمیلہ کے آپ مجموعہ تھے۔ حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت جب کسی انسان سے ایک نعمت چھین لیتے ہیں تو اس کا نعم البدل عطا فرمادیتے ہیں، ظاہری طور پر آپؒ اگرچہ دونوں ٹانگوں سے معذور تھے، لیکن اس کے نعم البدل کے طور پر اللہ رب العزت نے آپ کو جن خوبیوں اور کمالات سے نوازا تھا، وہ یقیناً قابل رشک تھے اور اس ایک نعمت کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھے۔

آپ بہترین حافظ اور ذی استعداد عالم ہونے کے ساتھ بہت اچھے منجھے اور سلجھے ہوئے خطیب، منفرد نوعیت کے انشاء پرداز، کامیاب مصنف اور عوامی حلقوں میں مقبول ترین مفسر قرآن تھے۔ ۱۹۵۸ء میں پنجاب کے ضلع شیخوپورہ علاقہ لدھڑ میں محمد حسین کے گھر پیدا ہوئے۔ تین سال کی عمر میں فالج کے باعث دونوں ٹانگوں سے معذور ہوئے۔ مڈل تک اسکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی مدرسہ میں داخل ہوئے اور گیارہ ماہ کے مختصر عرصہ میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔ اس کے بعد علوم وفنون کی تعلیم کے لئے ملک کے عظیم دینی ادارہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری

ٹاؤن کا انتخاب فرمایا، چنانچہ درجہ اولیٰ تا درجہ سابعہ (موقوف علیہ) یہیں رہ کر وقت کے جید علماء کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ بقول شیخوپوری شہیدؒ کے کہ محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی اس سال وفات ہونے کی وجہ سے دورۂ حدیث کے لئے آپ کی نظر میں امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ سے زیادہ کوئی موزوں شخصیت نہ تھی، اس لئے آپ ان کی خدمت میں گوجرانوالہ تشریف لے گئے، اور وہیں دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی اور اس سے اگلے سال حضرتؒ ہی سے دورۂ تفسیر پڑھنے کا شرف بھی حاصل کیا۔

آپ کے مشہور اساتذۂ کرام میں حضرت امام اہل سنتؒ کے علاوہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ، حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، حضرت مفتی احمد الرحمنؒ، حضرت مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ، حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ، وغیرہ اساطین علم ہیں۔ فراغت کے بعد اپنے آبائی علاقہ میں کام کرنے کے ارادہ سے چلے گئے، لیکن اہل بدعت کی مزاحمت اور ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ایک سال سے زیادہ عرصہ کام نہ کر سکے، چنانچہ اس کے بعد پھر کراچی آئے اور جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا سے اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا۔ انیس سال تک وہیں رہ کر بڑی دل جمعی کے ساتھ تدریسی خدمات سرانجام دیں اور یوں ہی بہت کم عرصہ میں دورۂ حدیث تک کے اسباق پڑھانے لگے، اسی کے ساتھ خدیجہ مسجد لیبر اسکوائر میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے، چنانچہ اس طرح آپ نے علمی حلقوں میں ایک کامیاب مدرس اور بہترین خطیب کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، بعض ذاتی اور تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے جامعہ بنوریہ سے استعفاء کے بعد حضرت نے وہیں لیبر اسکوائر میں بنات کا مدرسہ بنایا اور کچھ عرصہ بعد وہ اپنے کسی شاگرد کے حوالہ کر کے اس سے الگ تھلگ ہوئے۔ اس کے بعد جامعۃ الرشید کراچی میں تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا اور کچھ عرصہ بعد وہاں شروع کی تدریس سے بھی معذرت کر لی، اور مکمل طور پر اپنے آپ کو تصنیف و تالیف کے فارغ کر دیا۔ البتہ اپنے حلقۂ احباب اور دیگر بگڑے ہوئے عقیدوں اور معاشرہ کی اصلاح وتربیت کا سابقہ سلسلہ کو بحال رکھ کر اپنی مسجد (جامع مسجد تو ابین) میں جمعہ کی خطابت کے ساتھ روزمرہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ نے ترقی کی اور درس قرآن ڈاٹ کام ویب سائٹ کے ذریعہ اس سے پوری دنیا مستفید ہونے لگی۔ یوں اللہ جانے آپ کتنے گم گشتہ راہ افراد کے لئے راہبر بنے ہوں گے۔

اس طرح ایک طویل عرصہ سے اسلامی مؤقر جریدہ ہفت روزہ ضرب مؤمن میں ''پکار'' کے عنوان سے مستقل کالم لکھتے رہے۔ تحریر کا جو فطری ملکہ اللہ رب العزت نے آپ کو عنایت فرمایا تھا،

وہ آپ کی تحریرات سے عیاں ہے۔ آپ کے اشہب قلم سے جو متعدد کتابیں وجود میں آئیں، وہ یہ ہیں: سات جلدوں پر مشتمل ندائے منبر ومحراب، ۵۰ تقریریں، خلاصۃ القرآن، خزینہ، عشاقِ قرآن کے ایمان افروز واقعات، آسان درسِ قرآن وحدیث، درسِ صحیح مسلم، تفہیمات، (زیرِ تکمیل کتب) فغانِ درویش، بڑوں کا بچپن، تسہیل البیان فی تفسیر القرآن، احسن القصص، شرح ہدایہ، غریب شہر کی التجاء، وغیرہ۔ البتہ آپ کی مذکورہ تفسیر کی ساڑھے سترہ پاروں پر مشتمل چار جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں، لیکن افسوس کہ! آپ کی زندگی میں یہ مکمل نہ ہوسکی اور یوں یہ عظیم کارنامہ شرف تکمیل سے ہم کنار نہ ہوسکا، **وکم حسرات فی بطون المقابر۔**

راقم الحروف کو حضرت شہیدؒ کی پہلی ملاقات اور زیارت کا شرف طالب علمی کے زمانہ میں ہوا۔ یہ غالباً ۱۹۹۶ء کی بات ہے، جب راقم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی شاخ مدرسہ تعلیم الاسلام گلشن عمرؓ میں درجہ رابعہ کا طالب علم تھا۔ حضرت الاستاذ مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ (استاذ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن ونگرانِ اعلیٰ مدرسہ گلشن عمرؓ) جب دوران درس کبھی اپنی سریلی آواز میں یہ شعر پڑھتے:

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

تو پھر میری طرف متوجہ ہوکر پشتو میں فرماتے: ''بلکہ ستا ہم جنس شیخوپوری دے'' یعنی ''لڑکے! تمہارا ہم جنس تو شیخوپوری صاحب ہے''۔ چونکہ راقم بھی ٹانگوں کی نعمت سے محروم ہے، اس لئے حضرت مجھے ان کا ہم جنس کہتے تھے۔ پھر فرماتے کہ آپ نے اُن کو دیکھا ہے؟ میں کہتا نہیں! تو فرماتے کہ ان سے ملاقات کرو، ان سے رہنمائی لو، وہ تمہاری صحیح رہنمائی فرمائیں گے، اور اسی طرح مجھے میرے دوسرے محبوب، مشفق ومربی استاذ حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ (استاذ مدرسہ تعلیم الاسلام گلشن عمرؓ) بھی کبھی کبھار درسگاہ میں مسکرا کر فرماتے تھے کہ آپ کے لئے تو (مولانا اسلم) اسوۂ حسنہ موجود ہے، اس کا دامن پکڑے رکھو۔ ان دونوں حضرات کی ترغیب کے بعد میرے دل میں ان کی زیارت کا داعیہ پیدا ہوا، چنانچہ ایک دفعہ چھٹی کے دن ملاقات کے لئے میں حضرت کے گھر جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا چلا گیا۔ ملاقات ہوئی، خیریت وغیرہ دریافت کرنے کے بعد فرمایا: ماشاء اللہ! آپ تو مجھ سے اچھے ہیں کہ بیساکھیوں کے سہارے چل لیتے ہیں، میں تو اس سے بھی قاصر ہوں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا نے کتنی محنت اور قربانیوں سے علم دین حاصل کیا ہوگا، بلکہ اس کا صحیح اندازہ تو وہ لگا سکے گا جس پر یہ کیفیت گزر چکی ہو،

بہر حال! میں نے مولانا کو اپنی آمد کی وجہ اور پس منظر کی مذکورہ ساری کہانی سنائی۔ اس پر مولانا بڑے خوش ہوئے اور بہت ہی شفقت کا معاملہ فرمایا، اور کہنے لگے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ سے قبل تو کسی سے ملاقات کرتا ہی نہیں، کیونکہ مجھے جمعہ کی تیاری کرنی ہوتی ہے، لیکن خادم نے آپ کی صورتحال بتائی، اس لئے میں نے واپس کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس پر میں نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا، اور حضرت سے کچھ نصائح کی درخواست کی۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ بھائی طالب علمی کا دور ہے، بس خوب محنت سے پڑھو، اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہو اور بہت سی دعائیں دیں، الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے مجھے پانچ سو روپے اور اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ندائے منبر ومحراب کا مکمل سیٹ ہدیۃً عنایت فرمایا، جب میں نے آئندہ کے لئے آنے کی اجازت چاہی تو اس پر فرمایا: مولوی صاحب! آپ کو اجازت ہے، جب چاہیں آجایا کریں۔

یہ حضرت سے میری پہلی ملاقات تھی، اس ملاقات کا جو اثر راقم کے دل ودماغ پر ہوا، وہ الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد تقریباً مہینہ، دوسرے مہینہ ضرور حاضر خدمت ہوتا۔ قلیل عرصہ میں حضرت سے ایسی بے تکلفی ہوگئی، جیسے دیرینہ دوستوں کی ہوتی ہے۔ اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک دفعہ استاذ محترم امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کراچی تشریف لائے تھے، اور حضرت مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کے دولت خانہ پر ان کا قیام تھا۔ راقم حضرت صفدرؒ کی ملاقات کے لئے چلا گیا۔ ملاقات ہونے کے بعد جب واپس جانے لگا تو میں دروازے کے گیٹ پر پہنچ چکا تھا کہ دوسری طرف مشرقی دروازہ سے آواز آئی: مولوی عبداللہ! مولوی عبداللہ! جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ مولانا اسلم شیخو پوری صاحب تھے۔ کوئی صاحب ان کو وہیل چیئر پر اندر لارہے تھے تو میں فوراً واپس ہوکر حضرت شیخو پوری کی طرف جانے لگا۔ سلام ومصافحہ کرنے کے بعد کہنے لگے کہ استاد جی سے ملاقات ہوگئی؟ میں نے کہا: جی ہاں! اب واپس جارہا ہوں۔ سب حال احوال پوچھنے کے بعد فرمایا: اچھا جی میں نے دیکھا تو چاہا کہ ملاقات بھی ہوجائے، عجیب سادہ مزاجی اور بے تکلفی۔ وہاں جو طلبہ وعلماء کا ہجوم تھا سب ہماری طرف متوجہ ہوکر دیکھتے رہے اور مسکراتے رہے۔ اس طرح کی بے تکلفی کے کئی واقعات ہیں۔ اب میں سوچتا ہوں کہ یہ تو واقعتاً مولانا کی شفقت اور مہربانی تھی، ورنہ میں تو ان کے شاگردوں کی جگہ تھا۔ اس وقت سے لے کر تادمِ حیات تقریباً سترہ سال کے طویل عرصہ میں جو میں نے ان کو دیکھا واقعتاً آپ عالم باعمل تھے، زہد وتقویٰ، امانت ودینات میں بے مثال تھے، ان کی دیانت اور خشیت خداوندی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جامعہ چھوڑنے کے بعد آپ نے جو مدرسہ بنا کر چند مہینوں کے بعد اپنے

کسی شاگرد کو حوالہ کیا، اس کی میں نے حضرت سے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے: مولوی صاحب! بنات کے مسائل بڑے نازک ہوتے ہیں، میں معذور آدمی ہوں، میرے لئے سنبھالنا مشکل ہے، میں نے کہا: بچے بھی تو ہیں، فرمانے لگے: بچے بڑے ہوکر اگر قابلیت ہوگی تو اپنی جگہ خود بنالیں گے ورنہ میں ان کی وجہ سے اپنی آخرت خراب نہیں کرسکتا۔

جامعۃ الرشید کے قیام کے زمانہ بھی مولانا کی زیارت کے لئے جانے کی سعادت حاصل کرتا رہا۔ ایک دفعہ عصر کا وقت تھا، جامعۃ الرشید کے چمن میں ہم بیٹھے ہوئے تھے، مولانا نے مجھ سے پوچھا کہ ہاں بھائی مولوی عبداللہ! آپ کی کوئی تالیف وغیرہ نہیں آئی؟ تو میں نے کہا: حضرت لکھنا کہاں آتا ہے؟ مولانا کہنے لگے: آج کل لکھنا بڑا آسان ہوگیا ہے، اب لکھنا کہاں مشکل ہے اور پھر مسکراتے ہوئے بطور لطیفہ کے فرمایا: ، ایک زمانہ میں، میں کہا کرتا تھا کہ آج کل نئے مؤلفین دو کتابیں سامنے رکھ کر تیسری کتاب تیار کر لیتے ہیں، لیکن کچھ دن قبل مجھے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ: حضرت میں نے ایک کتاب سامنے رکھ کر اس سے دو کتابیں چودہ چودہ سوصفحات کی تیار کرلیں، پھر فرمانے لگے کہ اب تو اتنی آسانی ہوچکی ہے ہمت کرو اور لکھنا شروع کرو۔ میں نے پوچھا حضرت لکھنے کے لئے کن کو زیادہ پڑھنا چاہئے؟ فرمایا: لکھنؤ والوں کی کتابیں زیادہ پڑھا کریں وہ تو اردو کے بادشاہ ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ کی جب بھی کوئی نئی کتاب منظر عام پر آتی تو اس حقیر کو ضرور عنایت فرماتے تھے، چنانچہ اس طرح حضرت کی جملہ تالیفات بشمول تفسیر تسہیل البیان مجھے ہدیۃً عنایت فرمائیں۔

پچھلے سال جب حضرت حج سے واپس تشریف لائے تو میں تو ابین مسجد ملنے کے لئے چلا گیا، سلام مصافحہ کے بعد فرمانے لگے کہ: بھائی! اس دفعہ تو مفتی عبداللہ صاحب (یعنی راقم) کو میں نے حرم شریف میں بہت یاد کیا۔ میں نے کہا: حضرت یہ سعادت مجھے کیسے؟ فرمانے لگے کہ: حرم شریف میں ہندوستان کے کچھ علماء سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ ان میں سے ایک صاحب کہنے لگے کہ حضرت آپ اسلم شیخو پوری ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو وہ کہنے لگے کہ میں نے آپ کی کتاب ندائے منبر ومحراب، پر کچھ تھوڑا بہت کام کر کے ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تقریظ کے ساتھ اس کو چھپوایا، لیکن یہ کام میں نے آپ کی اجازت کے بغیر کیا ہے، اس لئے آپ سے اجازت طلب کرنے آیا ہوں۔ میں نے کہا: اجازت ہے اور میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ علی میاں جیسی شخصیت نے میری کتاب کو قابل تقریظ سمجھا۔

پھر مولانا اسلم صاحبؒ کہنے لگے کہ ان علماء میں سے ایک صاحب کہنے لگے: باقی کتاب

ما شاء اللہ! بہت اچھی ہے، البتہ آپ کی کتاب پر یزیدیت کا غلبہ ہے، اس کو اگر نکالا جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، آپ حضرات کا بہت شکریہ۔ جب وہ حضرات چلے گئے تو میں سوچ میں بیٹھا ہوا تھا کہ یہ کام کسی اور سے کروالوں، لیکن کس سے کرواؤں؟ وہاں آپ (راقم) کے جاننے والے عالم دین تھے۔ انہوں نے آپ کا نام لیا کہ مفتی عبداللہ صاحب کو ان موضوعات سے دلچسپی ہے، ان سے کہہ دیں تو مناسب ہوگا، تو اس پر میں نے کہا کہ وہ تو آپ کے مسائل اور ان کا حل کی تخریج میں مصروف ہیں، تو مولانا نے بتایا کہ اس کا کام تو مکمل ہو چکا ہے، کتاب چھپ کر آ بھی گئی، تو میں نے کہا: بہت اچھا ہے، پاکستان جاکے ان سے بات کروں گا۔ آج آپ آ گئے، آپ کا کیا خیال ہے۔ حضرت مجھ (راقم) کو یہ سارا واقعہ سنا کر کہنے لگے کہ: اب میں چاہتا ہوں کہ مولانا تقی عثمانی دامت برکاتہم کی اصلاحی خطبات کی طرز پر اس پر کام ہو جائے، مواد زیادہ سے زیادہ داخل کیا جائے اور زبان خطیبانہ نہ ہو، بلکہ اصلاحی ہو۔ میں نے کہا: حضرت! مجھے تو لکھنا آتا نہیں، آپ تو ادیب ہیں، آپ کی کتاب پر میں کس طرح کام کرسکتا ہوں؟ کہیں صحیح کو غلط نہ کردوں، البتہ آپ سرپرستی فرمائیں گے تو ان شاء اللہ کوشش کروں گا۔ اس پر حضرت فرمانے لگے کہ میں ہوں نا! آپ کام شروع کریں۔ میں نے بسم اللہ کر کے اس پر کام شروع کیا، چند صفحات کرنے کے بعد تدریسی ذمہ داری اور اس کے علاوہ دفتر ختم نبوت کی مصروفیات کی وجہ سے میں اس کام میں پیش رفت نہیں کرسکا۔ حضرت وقتاً فوقتاً پوچھتے تھے۔ چنانچہ میں نے کہا: حضرت! چند صفحات ہو گئے ہیں، آپ کو دکھادوں گا، حضرت نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں نے کافی دفعہ ارادہ کیا، لیکن خود کی معذوری اور شہری حالات کی خرابی کی وجہ سے میں مولانا کے پاس نہیں جاسکا اور یوں ہی میں یہ سعادت حاصل کرنے سے محروم رہا۔ تا آنکہ حضرت شہادتِ عظمیٰ کے درجہ پر فائز ہو گئے اور دیگر تمناؤں کی طرح یہ تمنا بھی حضرت کی زندگی میں پوری نہ ہوسکی۔ حضرت شیخوپوریؒ کو زندگی کے آخری دور میں قرآن کریم سے ایسا شغف اور تعلق ہوگیا تھا جو ناقابل بیان ہے۔ گویا آپ نے قرآن کریم کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد اصلی سمجھ لیا تھا۔ میری جب بھی ان سے ملاقات ہوتی تو فرماتے: بس مولوی صاحب! دعا کرو کہ قرآن کریم کی خدمت کرتے کرتے موت آجائے، چنانچہ حسب تمنا ایسا ہی ہوا۔ عالمگیر مسجد سے درس قرآن دینے کے بعد واپس آتے ہوئے راستہ میں ازلی بدبختوں نے گولی مار کر شہید کردیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو قبول و منظور فرمائے، ان کی اولاد اور ہم سمیت جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مولانا کے مشن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی حدود

اور اس کے متعلق احکام!

مولانا رشید احمد سندھی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ:

۱...... مسعیٰ (صفا و مروہ) مسجد حرام کا حصہ ہے یا نہیں؟ نیز اگر سعی بغیر وضو کے کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص مسجد حرام کے امام کے پیچھے مسعیٰ میں اقتداء کر کے نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

۲...... مسجد حرام کے باہر یعنی باب فہد، باب عبد العزیز، وغیرہ کے باہر چاروں طرف جو میدان ہے، مسجد حرام میں داخل ہے یا نہیں؟ نیز اگر کوئی حائضہ یا نافسہ عورت اس میدان میں قیام کرے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

۳...... اگر کوئی شخص مسجد حرام کے علاوہ مکہ معظمہ میں حرم کے حدود کے اندر اور کسی چھوٹی مسجد میں نماز پڑھے تو اس نماز پر از روئے حدیث ایک لاکھ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ نیز یہ ایک لاکھ کا ثواب سارے حرم میں ملے گا یا صرف مسجد حرام کے ساتھ مختص ہے؟ وضاحت فرمادیں۔

۴...... اگر کوئی عورت حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اپنی ماہواری بذریعہ دوائی بند کر دے اور سارے احکام (نماز، طواف وسعی وغیرہ) ادا کرے تو اس طرح سے عمل کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

۵...... زیارت النبی ﷺ سنت ہے یا واجب؟ نیز زیارت کے لئے سفر میں نیت مسجد نبوی کی کرے یا زیارت النبی ﷺ کی؟۔ نیز ایک حدیث پاک جو تین مساجد کے علاوہ سفر کی ممانعت کرتی ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ تشریح فرمادیں۔

۶...... مسجد نبوی ﷺ کے باہر چاروں طرف جو کھلا میدان ہے، وہ مسجد کا حصہ ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص جنبی یا عورت حائضہ یا نافسہ اس میدان میں قیام کرے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

۷...... (اگر مدینہ منورہ سارا حرم ہو) تو اگر کوئی شخص مسجد نبوی کے علاوہ کسی اور مسجد میں جوحرم کے حدود میں واقع ہو، نماز پڑھے تو اس شخص کو از روئے حدیث پچاس ہزار نماز کا ثواب ملے گا یانہیں؟ نیز مدینہ منورہ کے سارے حدودِحرم میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر ہے یا صرف مسجد نبوی میں؟ وضاحت فرمادیں ۔ فقط والسلام

مستفتی: مالک احمد خان، مردان

الجواب ومنہ الصدق والصواب

۱:...... واضح رہے کہ سعی (صفاومروہ) مسجد حرام کا حصہ نہیں ہے، جیسا کہ فتح القدیر کی مندرجہ ذیل ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے، جن میں مسجد حرام سے ''صفاومروہ'' کی طرف نکلنا مذکورہ ہے:

''وأما أنه عليه السلام خرج من باب بني مخزوم فأسنده الطبراني عن ابن عمرؓ أن رسول الله ﷺ خرج من المسجد إلى الصفا من باب بني مخزوم وأسند أيضا عن جابر أن النبي ﷺ إلى أن قال ثم خرج من باب الصفا ....الخ''۔مزید فرماتے ہیں:(قوله ثم يخرج إلى الصفا) مقدما ما رجله اليسرى حال الخروج من المسجد قائلاً: باسم الله والسلام على رسول الله ﷺ، ألّٰلهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي أبواب رحمتک وأدخلني فيها......الخ''۔ (فتح القدیر۲/۳۶۱)

افضل یہ ہے کہ باوضو سعی کرے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''إن طاف محدثا وسعى ورمل عقيبه فهو جائز والأفضل أن يعيدهما عقيب طواف الزيارة......الخ''۔ (فتاویٰ عالمگیری۱/۲۴۷)

مسجد حرام کے امام کے پیچھے سعی میں اقتداء کر کے نماز پڑھنے والے کی اقتداء بشرطِ اتصالِ صفوف جائز ہے، جیسا کہ ''المتانۃ'' میں ہے:

''في السراجية: الصلوٰة خارج المسجد مقتديا بإمام المسجد يجوز بشرط اتصال الصفوف وفي العتابية عن أبي نصر قال: إن كان باب المسجد من أي جانب كان مفتوحاً يجوز......الخ''۔(المتانۃ فی مرمۃ الخزانۃ،ص:۱۹۰)

۲:...... باب فہد اور باب عبدالعزیز وغیرہ کے باہر والا میدان مسجد حرام میں داخل نہیں ۔ حیض اور نفاس والی عورت اس میں قیام کرسکتی ہے، کیونکہ مذکورہ عورتوں کا قیام صرف مساجد میں ممنوع ہے، البتہ مذکورہ جگہ میں مسجد حرام میں جگہ نہ ہونے کی صورت میں اتصالِ صفوف کے ساتھ

نماز ادا کرنا خود مسجد میں ادا کرنے کے حکم میں ہوگا، جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے:

''ویمنع حل دخول المسجد............الخ۔ (ردالمحتار ۱/۲۹۱)

۳:...... مذکورہ ثواب حدودِ حرم کے اندر واقع کسی بھی مسجد میں نماز ادا کرنے سے صحیح قول کے مطابق حاصل ہو جاتا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نقل فرماتے ہیں:

''قوله (المسجد الحرام) أی الحرم........... والمراد به جميع الحرم وقيل: يختص بالموضع الذی يصلی فيه دون البيوت وغيرها من أجزاء الحرم...... ويؤيّد الأول ما رواه الطيالسی من طريق عطاء أنه قيل له: هذا الفضل فی المسجد وحده أو فی الحرم؟ قال: بل فی الحرم لأنه كله مسجد......''۔ (فتح الباری، ج:۳،ص:۸۳)

علامہ عینیؒ نقل فرماتے ہیں:

''قوله (فی مسجدی هذا) بالإشارة يدل علی أن تضعيف الصلوة فی مسجد المدينة يختص بمسجده عليه الصلوة والسلام الذی كان فی زمانه مسجداً دون ما أحدث فيه بعده من الزيادة فی زمن الخلفاء الراشدينؓ وبعدهم تغليباً لاسم الإشارة وبه صرح النوویؒ فخص التضعيف بذالک بخلاف المسجد الحرام فإنه لايختص بما كان لظاهر المسجد دون باقيه لأن الكل يعمه اسم المسجد الحرام......''۔

(عمدۃ القاری، ج:۵،ص:۵۶۸)

مزید فرماتے ہیں:

''وصحح النوویؒ أنه جميع الحرم......''۔ (عمدۃ القاری، ج:۵،ص:۵۷۰)

۴:...... جائز ہے، جیسا کہ کوئی عورت اپنے حیض کے خون کو اس طرح روکے رکھے کہ کرسف (حیض کے کپڑے) کو اپنی شرمگاہ پر باندھے کہ جس کی وجہ سے حیض کا خون فرجِ خارج کی طرف نہ نکل سکے تو جائز ہے اور وہ جب تک باہر نہیں آئے گا، اس وقت تک حیض شمار نہیں ہوگا، بالکل اسی طرح کسی اور طریقے سے اندرونی طور پر حیض کو روکنے اور باہر نہ نکلنے کو قیاس کیا جائے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''ومنها خروج الدم إلی الفرج الخارج ولو بسقوط الكرسف فمادام بعض الكرسف حائلاً بين الدم والفرج الخارج لايكون حيضاً هكذا فی المحيط......''۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج:۱،ص:۳۶)

البتہ ماہواری فطری چیز ہے، اس کے روکنے سے صحت پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے، اس

لئے ممسکِ حیض دوائیاں استعمال کرنے سے دور رہنا چاہئے ، کیونکہ حائضہ طوافِ زیارت کے علاوہ تمام افعال ادا کرسکتی ہے اور حیض سے پاک ہونے کے بعد طوافِ زیارت بھی کرسکتی ہے، لیکن اگر وقت کم ہو اور طوافِ زیارت کا وقت نہ مل سکتا ہو اور باوجود کوشش کے حکومت سے مہلت ملنے کا امکان نہ ہو تو بحالت مجبوری مذکورہ ادویات کے استعمال کرنے میں شرعاً گنجائش ہوگی ۔

۵:......آپ ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت باجماع المسلمین مستحب ہے، بلکہ ایک قول کے مطابق واجب ہے، جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے :

''وزيارة قبره مندوبة بل قيل: واجبة لمن له سعة......''۔ (ردالمحتار، ج:۲،ص:۶۲۶)

اس کے تحت علامہ شامیؒ فرماتے ہیں :

''(قوله مندوبة) أي بإجماع المسلمين كما في الباب......''۔

(ردالمحتار، ج:۲،ص:۶۲۶)

اور علامہ قسطلانیؒ مواہب میں فرماتے ہیں :

''وقد أطلق بعض المالكية أنها واجبة وقال القاضي عياضؒ: إنها سنة من سنن المسلمين مجمع عليها وفضيلة مرغب فيها''۔ (مواہب، ج:۲،ص:۳۸۳)

واضح رہے کہ روضۂ اطہر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ باعثِ فضیلت وثواب ہے، متعدد احادیث مبارکہ میں اس کی ترغیب دلائی گئی ہے اور زیارت کو آنے والوں کے لئے بے شمار مناقب وانعامات بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے :

''عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من زار قبري وجبت له شفاعتي أخرجه الدارقطني والبيهقي......''۔ (وفاء الوفا، ج:۲،ص:۳۹۶)

ترجمہ:......''جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگئی''۔

صاحب اعلاء السننؒ فرماتے ہیں :

''قلت: وقوله ﷺ: ''من زار قبري'' عام لكل زائر سواء كان من أهل المدينة أو من غيرهم ولادليل على كونه خاصا لمن كان قريباً من المدينة أو من أهلها كما لايخفى فثبت شد الرحال لزيارة قبره ﷺ''۔

(اعلاء السنن بحوالہ احسن الفتاویٰ)

ترجمہ:۔''میرے نزدیک ''من زار قبري'' والی فضیلت ہر زیارت کرنے والے کے لئے ہے، چاہے وہ مدینہ کا رہنے والا ہو یا مدینہ سے باہر کا ہو اور اس بات پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ یہ فضیلت صرف مدینہ اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والوں کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ یہ بات بالکل واضح ہے، لہٰذا آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا شرعاً ثابت اور جائز ہے''۔

دوسری حدیث میں اس بات کو اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

''عن ابن عمرؓ مرفوعا قال صلی الله علیه وسلم: من جاء نی زائراً لایهمه إلا زیارتی کان حقا علی أن أکون له شفیعاً. رواه الطبرانی وصححه ابن السکن''۔ (شرح الاحیاء للعراقی، ج:۴،ص:۴۱۶)

ترجمہ:۔''جو شخص میری زیارت کے لئے آیا اور اس کا میری زیارت کے علاوہ اور کسی چیز سے مقصد نہیں تو میرے لئے لازم ہے کہ میں اس کی شفاعت کروں''۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

''عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی......''۔ (وفاء الوفاء، ج:۲،ص:۳۹۸)

ترجمہ:۔''جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی تو اس نے میرے ساتھ جفا کی''۔

صاحب اعلاء السننؒ فرماتے ہیں:

''من حج البیت فلم یزرنی فقد جفانی صریح فی جواز شد الرحال بل استحبابه لأجل زیارة قبره ﷺ......''۔ (اعلاء السنن، ج:۱۰،ص:۳۳۲ بحوالہ احسن الفتاوی)

ترجمہ:۔''من حج البیت......'' والی مذکورہ حدیث آپ ﷺ کے روضۂ اطہر کے لئے سفر کرنے کے جواز، بلکہ استحباب پر صراحۃً دلالت کر رہی ہے''۔

غرض یہ کہ بے شمار احادیث مذکورہ امر کو واضح طور پر ثابت اور جائز کر رہی ہیں، اس وجہ سے صاحبؒ اعلاء السنن پُرشکوہ انداز میں رقمطراز ہیں:

''ورحم الله طائفة قد أغمضت عیونها عن کل ذلک وأنکرت مشروعیّة زیارة قبر هذا النبی الکریم وحرمت عن مثل هذا الفضل العظیم وزعمت أن لاینوی الزائر إلا مسجد النبی ﷺ فقط ولم تدر أن فضیلة المسجد إنما هی لأجل النبی ﷺ، فجواز نیة المسجد یستدعی جواز نیة زیارته ﷺ''۔

(اعلاء السنن، ج:۱۰،ص:۳۳۴ بحوالہ احسن الفتاوی)

ترجمہ:۔''اللہ اس گروہ پر رحم فرمائے، جس نے ان تمام (روضۂ اطہر کی زیارت میں وارد شدہ) احادیث سے چشم پوشی کی اور اس کی زیارت کی مشروعیت ہی سے انکار کر بیٹھے اور اس عظیم فضیلت ومنفعت سے ہاتھ دھو بیٹھے اور یہ سوچ رکھا کہ زائر صرف اور صرف مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کی

زیارت کی نیت کرے اور وہ اس بات سے بے خبر رہا کہ مذکورہ مسجد کو جو شرف اور جو فضیلت حاصل ہے، وہ آپ ﷺ کی ہی وجہ سے تو ہے، لہٰذا مسجد نبوی کی زیارت کے لئے نیتِ سفر کرنے کا جواز اس بات کا تقاضا ہے کہ روضۂ مبارک کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا اور اس کی نیت کرنا جائز ہو''۔

علامہ قسطلانیؒ اپنی کتاب ''المواهب اللدنية'' میں فرماتے ہیں:

''ومن اعتقد غير هذا فقد انخلع من ربقة الإسلام وخالف الله ورسوله ﷺ وجماعة العلماء الأعلام، وقد أطلق بعض المالكية أنها واجبة وقال القاضي عياضؒ: إنها سنة من سنن المسلمين وجمع عليها وفضيلة مرغب فيها''۔ (المواہب اللدنیۃ، ج:۲،ص:۳۸۳)

ترجمہ:۔''یعنی جس کسی نے بیان کردہ سے اختلاف کیا یا کوئی اور عقیدہ رکھا تو وہ اپنے اسلام کی خیر منائے اور اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور تمام اکابرین امت اور کبار اسلاف کی مخالفت کی اور بعض مالکیہ کے نزدیک یہ زیارت مذکورہ واجب ہے، اور قاضی عیاض مالکیؒ کے نزدیک یہ مسلمانوں کی چندان سنتوں میں سے ایک ہے، جس پر امت کا اجماع ہے اور ایک مرغوب فضیلت ہے''۔

مذکورہ بالا دلائل (مشتے نمونہ ازخروارے) سے واضح ہو گیا کہ روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے سفر اور اس کی نیت کرنا متعدد احادیث، اجماع امت، تعامل امت اور محدثین وفقہاء عظام کے اقوال کی روشنی میں جائز ہے اور ایک ایسی فضیلت اور شرف ومنقبت ہے، جو شریعت مطہرہ میں مقصود ومطلوب ہے۔ رہی بخاری کی وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لاتشد الرحال إلا إلى ثلثة مساجد: المسجد الحرام ومسجد الرسول ﷺ والمسجد الأقصى''۔

اور اس کے علاوہ وہ احادیث جن میں مضمون مذکور کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور جس کو بعض حضرات ظاہر پر محمول کر کے یہ مطلب لیتے ہیں کہ ان تین مذکورہ مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ کی زیارت کے لئے سفر اور اس کے لئے نیت کرنا جائز نہیں، حتی کہ آپ ﷺ کے روضۂ مبارکہ کی زیارت کے لئے سفر ونیت کرنا بھی .... فقہاء اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ روضۂ مبارکہ کی زیارت کے لئے نیت اور سفر کرنا جائز اور باعثِ فضیلت وثواب ہے۔ حضرت امام ابن تیمیہؒ کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول کر کے اوپر بیان کردہ مطلب ورائے کا اظہار کیا اور پھر چند دوسرے حضرات نے بھی تائید کی اور اس کو عام کرنے لگے۔ علماء نے

نقل کیا ہے کہ مذکورہ مسئلہ امام ابن تیمیہؒ سے منقول شدہ تمام مسائل میں سے نامناسب مسئلہ ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

''وهي من أبشع المسائل المنقولة عن ابن تيميةؒ''۔ (فتح الباری، ج:۳،ص:۸۵)

امام نوویؒ، قاضی عیاض مالکیؒ اور ابومحمد جوینیؒ پر رد کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں، جیسا کہ عمدۃ القاری میں ہے:

''وقال النوويؒ: وهو غلط والصحيح عند أصحابنا وهو الذى اختار إمام الحرمين والمحققون، أنه لايحرم ولايكره.....''۔ (عمدۃ القاری،ج:۵،ص:۵۶۵)

ترجمہ: ''اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں حضرات نے (حدیث کو جو ظاہر پر محمول کر کے روضۂ شریفہ کی زیارت کے لئے سفر اور نیت کو ناجائز کہا ہے) وہ غلط ہے، بلکہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اور امام الحرمین و محققین علماء نے جو اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ مذکورہ زیارت نہ تو حرام ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی کوئی کراہت ہے''۔

بلکہ ابن بطّالؒ فرماتے ہیں کہ صالحین کی مساجد وغیرہ کی زیارات اور ان سے تبرک حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرنا مباح ہے، وہ اس زیر بحث حدیث کی ممانعت مین داخل نہیں، جیسا کہ علامہ عینیؒ نقل فرماتے ہیں:

''وقال ابن بطّال: وأما من أراد الصلوة فى مساجد الصالحين والتبرك بها متطوّعاً بذلك بأعمال المطىّ وغيره ولايتوجه إليه الذى فى هذا الحديث''۔ (عمدۃ القاری، ج:۵،ص:۵۶۵)

اس حدیث کے صحیح مطلب ومعنی میں کئی اقوال بیان کئے جاتے ہیں، لیکن ان سب اقوال میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں قصر حقیقی نہیں، بلکہ قصر اضافی ہے، یعنی اگر کسی نے نماز پڑھنے کی نذر مانی اور کہا کہ میں فلاں علاقے میں واقع فلاں مسجد میں نماز ادا کروں گا تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنی مسجد میں نماز ادا کرے، سوائے ان تین مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ اور ایک قول کے مطابق صرف پہلی دو میں) کہ اگر کسی نے ان مذکورہ تین مساجد میں سے کسی میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس پر لازم ہے کہ وہ وہاں جا کر اسی مذکورہ ومطلوبِ نذر مسجد میں نماز ادا کرے، اس کے بغیر اس کی نذر پوری نہیں ہوگی، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نقل فرماتے ہیں:

''ومنها أن المراد حكم المساجد فقط وأنه لاتشد الرحال إلى مسجد من المساجد للصلوة فيه غير هذه الثلاثة، وأما قصد غير المساجد

لزیـــارة صالح أو قريب أو صاحب أو طلب علم او تجارة أو نزهة فلا يدخل في النهي، ويؤيده ما روى أحمد من طريق شهرجن حوشب قال: سـمعـت أبـا سـعيـد وذكرت عنده الصلوة في الطور فقال : قال رسول الله ﷺ: لاينبغي للمصلي أن يشد رحاله إلى مسجد تبتغي فيه الصلوة غير المسجد الحرام ومسجد الأقصى ومسجدی''۔ (فتح الباری، ج:۳،ص:۸۴)

۶:...... مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوۃ السلام) کے چاروں طرف باہر کا کھلا میدان مسجد کا حصہ نہیں ہے اور اس میں جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت قیام کر سکتے ہیں۔ (حوالہ گذر چکا ہے)

۷:...... واضح رہے کہ حدیث میں مدینہ منورہ کو جو حرم کہا گیا ہے، وہ صرف تعظیماً و احتراماً ہے اور وہ احکام میں اس حرم کی طرح نہیں ہے، جو حرم مکی ہے، جیسا کہ مشکوۃ شریف میں ہے:

''وعن أبي سعيدؓ عن النبي ﷺ قال: إن إبراهيم حرم مكة فجعلها حراماً وإني حرمت المدينة حراماً......الخ''۔ (مشکوۃ، ج:۱،ص:۲۳۹)

ملا علی قاریؒ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قال التوربشتي...... قوله عليه الصلوٰة والسلام حرمت المدينة أراد بذلك تحريم التعظيم دون ما عداه من الأحكام المتعلقة بالحرم''۔(مرقاۃ، ج:۶،ص:۱۸)

واضح رہے کہ حدیث میں وارد شدہ ثواب صرف اور صرف اس صورت میں مل سکتا ہے، جبکہ عینِ مسجد نبوی ''علیٰ صاحبہ الف الف صلوۃ وتسلیمۃ'' میں اپنی نماز ادا کرے، اس کے علاوہ مدینہ کی کسی اور مسجد میں مذکورہ ثواب حاصل نہ ہوگا۔ اس کے بعد اس اَمر میں اختلاف ہے کہ مذکورہ ثواب مسجد نبوی کے اندرونی حصے میں سے کون سے حصہ میں ملے گا؟ تو بعض علماء ومحدثین کا خیال یہ ہے کہ یہ مذکورہ ثواب مسجد نبوی کے اس حصہ کے ساتھ خاص ہے، جو کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا اور جو حصہ بعد کے خلفاءؓ اور ان کے بعد آنے والوں کے زمانے میں بڑھایا گیا ہے، اس میں نماز ادا کرنے سے وہ ثواب نہیں ملے گا، جیسا کہ علامہ عینیؒ نقل فرماتے ہیں:

''قوله (في مسجدي هذا) بالإشارة يدل على أن تضعيف الصلوة في مسجد المدينة يختص بمسجده عليه الصلوة والسلام الذي كان في زمانه مسجداً دون ما أحدث فيه بعده من الزيارة في زمن الخلفاء الراشدينؓ وبعدهم تغليبا لاسم الإشارة وبه صرح النوويؒ فخص التضعيف بذلك بخلاف المسجد الحرام''۔ (عمدۃ القاری، ج:۵،ص:۵۶۸)

اور اسی بات کی طرف علامہ قسطلانیؒ نے اپنی شرح بخاری میں اشارہ کیا ہے:

''وهل يدخل في التضعيف ما زيد في المسجد النبوی فی زمن الخلفاء الراشدينؓ ومن بعدهم؟ أم لا؟ إن غلبنا اسم الإشارة فی قوله "مسجدی" انحصر التضعيف فيه ولم يعم ما زيد فيه.....الخ'' ۔(ارشادالساری، ج:۳،ص:۲۴۵)

لیکن علماء کی ایک دوسری جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ یہ درست نہیں کہ مذکورہ ثواب صرف اس حصۂ مسجد نبوی کے ساتھ خاص ہے، جو حصہ آپ ﷺ کے زمانے میں موجود تھا اور جس کو آپ ﷺ کے خود تعمیر فرمایا تھا۔ آپ کے ﷺ کے بعد خلفاء راشدینؓ اور بعد کے حکمرانوں نے جو تعمیرات میں اضافہ کیا ہے، اس میں نماز پڑھنے سے وہ ثواب نہیں ملے گا۔ بلکہ صحیح و درست بات یہ ہے، مذکورہ ثواب موجودہ پوری مسجد نبوی ''علی صاحبہ الصلوۃ والسلام'' میں کہیں بھی نماز پڑھنے سے حاصل ہوگا اور یہ قول درست وثواب ہے، ورنہ تو آجکل حرم نبوی میں ازدحام اور کثرت کی وجہ سے کئی لوگ اس فضیلت سے محروم ہوجائیں گے اور شریعت مطہرہ کسی کو محروم کرنا نہیں چاہتی ۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء نے اپنے قول سے اس بات کی طرف رجوع کیا ہے اور قول ثانی کو درست قرار دیا ہے، چنانچہ بخاری شریف کے حاشیہ میں ہے:

''(في مسجدی هذا) بالإشارة يدل على أن تضعيف الصلوة في مسجد المدينة يختص بمسجده ﷺ الذی كان في زمانه..... قال علی واعترضه ابن تيميةؒ وأطال فيه والمحب الطبری وأورد آثاراً استدلالاً بها بأن الإشارة في الحديث إنما هی لإخراج غيره من المساجد المنسوبة إليه ﷺ وبأن الإمام مالكؒ سئل عن ذلك فأجاب بعدم الخصوصية انتهى كلام القاری مختصراً قال الشيخ في اللمعات عند الجمهور أن الحكم بالمضاعفة يشمل ما زيد عليه فقد ورد لو مدّ هذا المسجد الى صنعاء اليمن كان مسجدی وقد نقل المحب الطبری رجوع النوویؒ عن تلك المقالة، واسم الإشارة للتمييز والتعظيم وللإحتراز عن مسجد قباء، ثم لايخفى أن الحكم في غير الصلوة من العبادات كذا أكد في المضاعفة وقد روى ذلك البيهقیؒ عن جابرؓ كذا ذكر في فتح البارى.....'' ۔ (من حواشی العلامۃ السہارنفوریؒ علی البخاری، ج:۱،ص:۱۵۹) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبد المجید دین پوری

کتبہ
رشید احمد سندھی

دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نقد و نظر

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

ادارہ

عدۃ الحصن الحصین (اسلامی اذکار و دعاؤں کا جامع انسائیکلو پیڈیا)

امام شمس الدین محمد بن محمد ابن جزری شافعیؒ ۔ترجمہ وتشریح: مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی دامت برکاتہم ،صفحات: ۴۸۰، قیمت: درج نہیں ۔ ملنے کا پتہ: مکتبۃ الکوثر، بلاک بی ،سیکٹر :۱۱، مکان نمبر:۱۲۱، جامعۃ الرشید احسن آباد، کراچی ،فون: ۰۳۲۱۲۰۸۳۴۰۲

زیرتبصرہ کتاب حصن حصین امام ابن جزری شافعیؒ کی مشہور کتاب ہے، جو صدیوں سے اکابر علماء، بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے معمولات میں شامل رہی ہے، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مأثور اور منقول دعائیں جمع کی گئی ہیں ۔اس کے ساتھ ساتھ دعا کی فضیلت، درود وسلام کی فضیلت، قبولیت دعا کے اوقات اور قبولیت دعا کی نشانی وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی دامت برکاتہم رئیس قسم تخصص علوم حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی نے اس کتاب کے ترجمہ اور تشریح کے علاوہ بطورِ مقدمہ اسلام کا نظامِ عبادت اور دعا کی حقیقت واہمیت پر ایک جاندار مضمون بھی اس میں شامل کیا ہے۔

دعاؤں کا یہ خزانہ عامرہ ہر مسلمان کے گھر اور لائبریری میں ہونا بہت ہی مفید ہے۔

سدِ سکندری فی تحقیقِ لفظِ قلندر

مولانا نور اللہ نور وزیرستانی، صفحات: ۱۰۲، قیمت: درج نہیں، ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہؓ، برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ۔

ٹائیٹل پر اس رسالہ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

''حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے تذکرہ وسوانح ''مردِ قلندر'' کے حوالہ سے

دلچسپ روح پرور، ادب آموز، علمی وتحقیقی مضامین اور مقالات کا دلچسپ مرقع، مطالعہ وکتاب اور علم وقلم کی دنیا میں شاہکار ادبی اضافہ اور نادر تحفہ''۔

اور رسالہ کے شروع میں حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم کا پرمغز اور مؤثر پیش لفظ اس رسالہ کی جان ہے۔

حسنِ انتخاب

مولانا عمادالدین محمود، صفحات: ۱۸۲، قیمت: درج نہیں، ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ''القاسم اکیڈمی'' کے کارپردازوں کو جو وقتاً فوقتاً بہترین کتب تیار کرکے شائقینِ علوم دینیہ کی علمی سیرابی کا انتظام کرتے رہتے ہیں۔

زیرتبصرہ کتاب ''حسن انتخاب'' اسم بامسمیٰ ہے، جس میں ماضی کی حسین یادیں، حق گوئی وبے باکی کی داستانیں، زہد وتقویٰ کی حکایات، آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کے نقد ثمرات اور سخاوت وفیاضی کے قصص بہترین انداز میں مرتب کئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ باذوق حضرات اس کتاب کی قدر افزائی فرمائیں گے۔

عقیدہ حیاتِ قبر اور علمائے اسلام

حضرت مولانا ابواحمد نورمحمد قادری تونسوی حفظہ اللہ، صفحات: ۱۹۲، قیمت: درج نہیں، ناشر: مکتبہ عثمانیہ، ترنڈہ محمد پناہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان۔

زیرتبصرہ کتاب میں مؤلف نے اکابر علمائے دیوبند کے تین مؤقف بیان کئے ہیں:

۱......: عقیدہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں ہمارے اکابر کا مؤقف۔

۲......: عقیدہ عذابِ قبر کے بارہ میں ہمارے اکابر کا کیا مؤقف ہے؟

۳......: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا سماعِ صلوٰۃ وسلام عندالقبور تو اجماعی عقیدہ ہے، البتہ عام موتیٰ کے سماع میں ہمارے اکابر کا کیا مؤقف ہے؟

اور اس میں قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ سے لے کر ضیغمِ اسلام علامہ علی شیر حیدری نوراللہ مرقدہٗ تک (۲۱) اکیس اکابر کا عقیدہ اور مؤقف بیان کیا ہے اور ساتھ ہی تسکین الصدور (مؤلفہ: امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہٗ) کے مصدقین کبار علمائے کرام کی فہرست بھی ذکر کی ہے۔ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

تشکیل معاشرہ میں قانون کا کردار

ابوعامر قاری عبدالرؤف مدنی، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور۔ صفحات: ۱۶۔ قیمت: درج

نہیں۔ ناشر: مدرسہ ودودیہ ڈھکی نعلبندی، قصہ خوانی پشاور۔

یہ رسالہ ''دریا بکوزہ'' کا مصداق ہے، اس میں معاشرہ کی تشکیل میں اسلامی قانون کے کردار کی جھلک دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس محنت وکاوش اور جستجو کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

مقالاتِ محمد مراد ہالیجوی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مراد ہالیجوی دامت برکاتہم ،صفحات: ۲۰۰، قیمت: ۱۰۰ روپے، ملنے کا پتہ: جامعہ حمادیہ مظہر العلوم منزل گاہ، سکھر، فون: ۰۷۱۵۶۲۳۵۸۷

زیر تبصرہ کتاب میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مراد ہالیجوی دامت برکاتہم کے ۲۱ مقالات کو جمع کیا گیا ہے، جن کے موضوع یہ ہیں:

''۱......: دارالعلوم دیوبند کے اصولِ ہشتگانہ کے سندھ پر اثرات۔ ۲......: اسلامی نظام کے نفاذ پر شبہات کا ازالہ۔ ۳......: فقہ حنفی روایۃً ودرایۃً باقی تین مسالک سے اعلیٰ وارفع ہے۔ ۴......: وطنِ اقامت کب باطل ہوتا ہے؟ ۵......: دیہات میں جمعہ نماز کے متعلق تحقیق۔ ۶......: رؤیتِ ہلال اور وحدتِ عید۔ ۷......: سود کی تباہ کاری اور بینکاری کا متبادل نظام۔ ۸......: گورنمنٹ سے ملنے والے قرضہ جات کی شرعی حیثیت۔ ۹......: احکام اسلام میں مرتد کی شرعی حیثیت۔ ۱۰......: قادیانیوں سے ہر طرح کے تعلقات رکھنا ناجائز وحرام ہیں۔ ۱۱......: قادیانیوں کی اولاد بھی مرتد ہے۔ ۱۲......: ہم حدود آرڈیننس میں ترمیم کے مخالف کیوں ہیں؟ ۱۳......: کوٹہ سسٹم کے خلاف طرزِ استدلال پر شرعی تحقیق۔ ۱۴......: دریائے سندھ پر کالاباغ ڈیم کی تعمیر غیر شرعی ہے۔ ۱۵......: ہجرت کا شرعی پہلو۔ ۱۶......: بہاریوں کی پاکستان آمد۔ ۱۷......: چنگی کے ٹھیکہ کی شرعی حیثیت۔ ۱۸......: صوبائی حقوق اور خود مختاری۔ ۱۹......: اعلیٰ دینی مقاصد کے لئے بھوک ہڑتال کرنا جائز ہے۔ ۲۰......: متناسب نمائندگی کا طریقۂ انتخاب۔ ۲۱......: سوانح حیات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مراد ہالیجوی''۔

کچھ مقالات اردو میں تھے اور کچھ سندھی میں تھے، جن کا اردو ترجمہ مولانا مفتی سید رشد اللہ شاہ امروٹی مدظلہ نے کیا ہے۔ بعض مقالات افتاء کی شکل میں ہیں، جن کو پرکھنا اور کوئی رائے قائم کرنا ظاہر ہے ایک ماہر مفتی کا کام ہے۔ بہرحال محققین حضرات کے لئے ایک نئی سوغات ہے، جس کا مطالعہ اہل علم کے لئے ضروری ہے۔

سہ ماہی انوارِ اسلام

خصوصی اشاعت بیادِ حضرت مولانا محمد اشرف شاد نور اللہ مرقدہٗ، مدیر اعلیٰ: مولانا محمد مفتی محمد احمد انور صاحب مدظلہ۔ صفحات: ۵۰۸۔ قیمت خصوصی اعلیٰ نمبر: ۲۰۰ روپے، ادنیٰ: ۱۷۰ روپے۔ ناشر: مرکز علم وعمل جامعہ اشرفیہ مان کوٹ، کبیر والا، تحصیل کبیر والا، ضلع خانیوال۔

زیر تبصرہ خصوصی اشاعت حضرت مولانا محمد اشرف شاد نور اللہ مرقدہٗ کی حیاتِ مستعار کے متنوع حالات، واقعات، دینی خدمات، خصوصیات اور امتیازات کے تذکار پر مشتمل ہے، جس کو آپ کے لائق و فائق صاحبزادے اور اسلاف کے نقشِ قدم کو مشعلِ راہ بنانے والے حضرت مولانا محمد احمد انور مدظلہ نے بہت ہی سلیقے اور عمدہ انداز میں اسے مرتب کیا ہے۔ اور خصوصاً مدیر اعلیٰ کا مضمون اس خصوصی اشاعت کی جان ہے، کیونکہ اس میں جہاں مولانا محمد اشرف صاحب کی حیات، عادات، افادات، آپ کی نصائح، تجربات اور خدمات کی حسین اور دلکش تصویر کھینچی گئی ہے، وہاں اتباعِ سنت، تصوف اور توکل کی شان اور اس کی دعوت کی جھلک بھی جگہ جگہ محسوس ہوتی ہے۔ اس خصوصی اشاعت کو سات ابواب میں منقسم کیا گیا ہے: باب اول: حیات وعادات اور افادات۔ باب دوم: مشائخ، اہل علم، تلامذہ اور متوسلین کے تأثرات۔ باب سوم: مشاہیر کا خراجِ عقیدت۔ باب چہارم: متفرقات۔ باب پنجم: مکتوبات۔ باب ششم: منظوم ہدیۂ عقیدت۔ باب ہفتم: مستقل سلسلے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائیں اور ہم سب کو اپنے اسلاف اور اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ امید ہے کہ شائقین مطالعہ اس خصوصی اشاعت سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔

اعترافِ ذنوب مع اعترافِ قصور

مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب، مع اضافاتِ نافعہ اعترافِ قصور حضرت مولانا محمد قمر الزمان قاسمی الہٰ آبادی۔ صفحات: ۳۸۴، قیمت: درج نہیں۔ ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہؓ، خالق آباد، نوشہرہ۔ رابطہ نمبر: ۰۳۳۳-۰۶۵۴۴۹۵۰، ۰۳۴۶-۴۰۱۰۶۱۳

انسان نسیان وخطا کا پتلا ہے۔ یہی انسان اگر بندگی وعاجزی اور فروتنی کو کام میں لاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو اپنی فطرت اور عادت بنالے تو اس کا مرتبہ فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا ہے اور اگر یہی انسان غرور، تکبر، عجب اور خود پسندی کا شکار ہوکر معاصی وذنوب میں مستغرق رہے تو پھر یہی انسان جانوروں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔

انسان سے گناہ کا صدور کوئی بڑی بات نہیں، لیکن اعترافِ ذنوب وقصور نہ کرنا ابلیس اور پروانِ ابلیس لعین کی صفت ہے۔ تواضع، انکساری، ذنوب پر توبہ، رجوع الی اللہ اور قصور کا اعتراف انبیاء کرامؑ اور صلحاء کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کی صفت ہے۔ اسی حقیقت کو اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس حقیقت کو مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہٰ آبادی نے تفصیل سے ''اعترافِ ذنوب'' میں بیان کیا ہے اور اس کی مزید تشریح حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزمان صاحب کے ہم رشتہ ضمیمہ ''اعترافِ قصور'' سے ہوگئی ہے۔ دونوں کتابیں پڑھنے والوں کے لئے ایک عظیم علمی تحفہ ہیں۔

دعوتِ ملاقات

دیسی علاج کو انگریزی علاج کی ماں کہا گیا ہے، چنانچہ جس طرح ماں کے دامن میں ہی حقیقی خیر وعافیت ہوتی ہے، اسی طرح بغیر کوئی دوسرا نقصان پہنچائے مستقل علاج دیسی علاج ہی ہے، میں نے پہلے ہربل فارمیسی بنائی، بارہ سال کے عرصہ میں لاکھوں مریضوں کی ادویات پورے ملک میں حکماء اور ڈاکٹر حضرات کو سپلائی کیں، پھر مختلف شہروں میں مختلف مطبوں پر بطور طبیب ملکی وغیر ملکی کم از کم ایک لاکھ مریضوں کا علاج کیا، اسی طرح لاہور کے طبّیہ کالج میں علم القابلہ، امراض نسواں وامراض خاص مردانہ کا لیکچرار رہا ہوں۔ دو ایوارڈ اور ایک گولڈ میڈل حاصل کر چکا ہوں۔ شفاء اللہ کے ہاتھ میں ہے، تاہم خداداد قابلیت اور ذہانت کی بناء پر درج ذیل امراض کے کامیاب علاج کا یقین دلاتا ہوں: امراض مردانہ: بغیر نشہ آور ادویات یا کشتہ جات دیئے امراض مردانہ کا کامیاب علاج کیا جاتا ہے۔ امراض زنانہ: ایام کی خرابی، لیکوریا، اٹھرا کا علاج کر کے بانجھ عورتوں کو صاحب اولاد ہونے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ امراض بچگانہ: سوکھے اور لاغر بچوں کو موٹا تازہ کیا جاتا ہے اور نہ چل پھر سکنے والے بچے چلنے لگتے ہیں، نہ بول سکنے والے بچے بولنے لگتے ہیں۔ دماغی امراض: جنون، مالی خولیا، بے خوابی، نسیان اور اعصابی کمزوری کا علاج کیا جاتا ہے۔ زہروں کا تریاق: بواسیر، سوزاک، آتشک کا کامیاب علاج موجود ہے۔ حرف آخر: حکومت پاکستان سے مستند اور رجسٹرڈ درجہ اول ہوں، لہذا تمام امراض کے علاج پر مکمل عبور حاصل ہے۔ پڑھے لکھے طبقہ کو میری خصوصی دعوت ہے۔ کورسز کی تعداد تیس ہے۔

ہمارے پندرہ روزہ کورسز اور ان کی قیمتیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ ذبلا پن۱۰۰۰	۷۔ ہائی بلڈ پریشر۔۲۰۰۰	۱۳۔ سوزاک ۔۲۰۰۰	۱۹۔ کیرا۳۰۰۰	۲۵۔ یرقان ---۵۰۰۰
۲۔ موٹاپا ---۱۰۰۰	۸۔ شوگر ---۱۰۰۰	۱۴۔ جریان---۳۰۰۰	۲۰۔ بواسیر ---۳۰۰۰	۲۶۔ جنون ---۵۰۰۰
۳۔ احتباس الطمث۔۲۰۰۰	۹۔ کثرت الطمث۔۱۰۰۰	۱۵۔ عسرت الطمث۔۱۰۰۰	۲۱۔ بے اولادی زنانہ۳۰۰۰	۲۷۔ بے اولادی مردانہ۳۰۰۰
۴۔ اٹھرا ---۳۰۰۰	۱۰۔ السر---۲۰۰۰	۱۶۔ احتلام ---۳۰۰۰	۲۲۔ اعصابی کمزوری۔۵۰۰۰	۲۸۔ کمی سپرم ۔۱۰۰۰۰
۵۔ پتھری---۱۰۰۰	۱۱۔ دق الطفال---۱۰۰۰	۱۷۔ سرعت انزال ۔۳۰۰۰	۲۳۔ اوجائی ۔۱۰۰۰	۲۹۔ لیکوریا ---۱۰۰۰
۶۔ دمہ ---۱۰۰۰	۱۲۔ تبخیر معدہ۔۳۰۰۰	۱۸۔ اسقاطِ حمل۲۰۰۰	۲۴۔ تیزابیت۔۳۰۰۰	۳۰۔ تپ دق۔۳۰۰۰
۳۱۔ رسولیاں---۳۰۰۰	۳۲۔ رعشہ ---۳۰۰۰	۳۳۔ برص ---۳۰۰۰	۳۴۔ آتشک۔۵۰۰۰	۳۵۔ ہیموفیلیا۔۱۰۰۰۰

نوٹ: (۱) دوائی یا کورس بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رقم پہلے بھیجیں۔

(۲) ملاقات کرنے کے لئے فون پر پہلے وقت لے لیں۔

اکاؤنٹ نمبر: ۱۳۴۸۷۹۰۰۲۲۷۹۰۱ HBL عمر آباد، شناختی کارڈ نمبر: ۳۵۱۰۳-۱۴۶۶۸۷۵-۳

حکیم حاجی عبدالکریم بھٹی

لاہور ملتان روڈ، حبیب آباد ضلع قصور

فون: ۰۳۱۳-۷۵۴۵۱۱۹، ۰۳۴۵-۷۵۴۵۱۱۹